احمدی نوجوانوں کیلئے

مدیر
منصور احمد نورالدین

جون 2006ء

خلافت جوبلی علم انعامی خدام الاحمدیہ برائے سال 05-2004ء حاصل کرنے والی مجلس گلشن پارک لاہور کے قائد صاحب مجلس مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی سے علم انعامی لیتے ہوئے

خلافت جوبلی علم انعامی برائے سال 05-2004ء حاصل کرنے والی مجلس گلشن پارک لاہور کے اراکین عاملہ مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی کے ساتھ

محترم صدر صاحب کا پیغام

مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 23 ستمبر 2005ء کے خطبہ جمعہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:-

”اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے، اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے، جہاں اس کی عبادت کرنا ضروری ہے وہاں اس کی راہ میں اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔ اور یہی چیز ہے جس سے تزکیہ نفس بھی ہوتا ہے۔ مال سے محبت کم ہوتی ہے اور ایک مومن اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً قومی ضرورت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحریک فرماتے تھے۔ اور صحابہؓ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے تھے۔ کیا مرد اور کیا عورتیں سب اپنے مال قربان کرتے تھے“۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

جون 2006ء
احسان 1385 ہش

جلد 53
شمارہ نمبر 6

monthlykhalid52@yahoo.com

اس شمارے میں

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر   پبلشر: قمر احمد محمود   مینیجر: عزیز احمد   پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی   قیمت ۱۰ روپے ـــ سالانہ ۱۰۰

Ph: +92 47 6212349 - 6215415 - 6212685 Fax: +92 47 6213091

تعطیلات اور مطالعہ کتب

تعلیمی اداروں میں موسم گرما کی تعطیلات شروع ہو چکی ہیں۔کئی تعلیمی اداروں میں چھٹیوں کا کام ملا ہو گا اور طلباء ان کو مکمل کرنے کے پروگرام بنا رہے ہوں گے۔اسی طرح امسال کئی ایسے تعلیمی ادارے بھی ہوں گے جن میں چھٹیوں کا کام نہیں ملا ہوگا۔اس طرح یہ طلباء بھی ان تعطیلات کو اس انداز میں گذارنے کے پروگرام بنا رہے ہوں کہ وقت کا صحیح استعمال کیا جائے۔اس طرح کہ وقت ضائع بھی نہ ہو اور کسی ایسے کام میں بھی گذرے جو مستقبل میں مفید ثابت ہو۔

تعطیلات میں طلباء کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی پہاڑی مقام پر جا کر رہیں، ٹریکنگ کریں یا کسی نئے علاقے کے حسن سے لطف اندوز ہوں۔ان طلباء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نصیحت یاد رکھنی چاہیے۔

''جب کبھی ڈلہوزی جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو پہاڑوں کے سبزہ زار حصوں اور بہتے پانیوں کو دیکھ کر طبیعت میں بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا ہے اور عبادت میں ایک مزا آتا''۔

(حیات احمد جلد اول صفحہ ۷۳)

یہ سیر تو اس لحاظ سے عارضی ہوگی کہ وہاں پر ہفتہ یا عشرہ قیام کیا جائے گا مگر ایک سیر ایسی ہے جو کتب کی سیر کہلاتی ہے۔یعنی مطالعہ کتب۔اس کے لئے اگر ہم ان تعطیلات کے ایام سے فائدہ اٹھائیں تو کیا کہنے۔آج کل ہر علاقے میں لائبریریاں بن چکی ہیں، کتب کی دکانیں موجود ہیں غرضیکہ کتاب کا حصول بہت آسان ہو چکا ہے۔اب ان تعطیلات میں ہم نے کرنا کیا ہے؟

اچھی کتب کو حاصل کرنا ہے۔

ان کتب کا مطالعہ کرنا ہے۔

اس کثرت سے مطالعہ کرنا ہے کہ ہمیں مطالعہ کی عادت ہو جائے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں اپنے نصاب سے ہٹ کر بھی کئی قسم کے علوم حاصل ہوتے چلے جائیں گے۔جو کہ ایک نہایت ہی مفید شوق ہے۔

لیکن اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہمیں ان تعطیلات میں کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔یہ نہایت ضروری ہے اگر ہم قرآن کا حقیقی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں، حدیث کا حقیقی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کتب کے مطالعہ سے بڑھ کر اور کہیں سے ہمیں راہنمائی نہیں مل سکتی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

''ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ اگر پڑھنا جانتا ہے تو اسے پڑھے اور اگر نہیں جانتا تو سنے۔

بعض دفعہ حضورؑ ایک فقرہ لکھتے ہیں اور آپ ساری عمر بھی گذار دیں تو اس فقرے کا مضمون ختم نہیں ہوگا۔ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب کا ایک فقرہ اٹھایا اور پانچ سات خطبات جمعہ اس ایک فقرے پر دے دیئے''۔

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۱۷۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنی کتب کے بارے میں یہاں تک فرمایا ہے کہ

''ہماری جماعت کے آدمی کو چاہیے کہ کم از کم تین دفعہ ہماری کتابوں کا مطالعہ کریں اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے''۔

(روایت نمبر ۴۰۷ سیرت المہدی ۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم احسن طریق سے ان تعطیلات کو گذار سکیں اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ اپنا روزانہ کا معمول بنالیں۔آمین

ہمارے پیارے نبی

شفقت ورأفت کے علمبردار

(منصور احمد نورالدین)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے کہ:-

پس اللہ کی خاص رحمت سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تُو تندخُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگذر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ (سورة آل عمران: ١٦٠)

آیئے قرآن مجید میں بیان فرمودہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت پر مبنی واقعات زندگی کا مطالعہ کریں۔

آؤ ہم ان کے درمیان صلح کروائیں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہل قباء کی آپس میں لڑائی ہوگئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ چنانچہ اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچائی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: آؤ ہم ان کے پاس چلیں اور ان کے درمیان صلح کرائیں۔

(بخاری کتاب الصلح باب قول الامام لاصحابه اذهبوا بنا نصلح)

"مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو"

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام جہانوں پر منتخب کر کے فضیلت عطا کی ہے۔ اس پر یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی اور چن لیا۔ اس پر مسلمان نے یہودی کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی شکایت لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمان سے تفصیل پوچھی اور پھر فرمایا

"لَا تُخَيِّرُوْنِی عَلٰی مُوسٰی"

مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص و الخصومة ...)

ہم اُسے پناہ دیتے ہیں

فتح مکہ کے موقعہ پر جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں قیام فرما تھے۔ اس وقت ایک واقعہ پیش آیا:

حضرت ام ھانی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب کی بیٹی تھیں بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا تو آپؐ نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں ام ھانی بنت ابوطالب ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خوش آمدید اے ام ھانی۔ پھر جب آپؐ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٨ رکعات پڑھیں اس

حال میں کہ آپ ایک ہی چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا بھائی علی ایک شخص کہ (جو کہ ھبیرہ کا بیٹا ہے) جسے میں نے پناہ دی ہوئی ہے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قَدْ اَجَرْنا مَنْ اَجَرْتِ یا اُمَّ ھانیءٍ''

اے ام ھانی جسے تو نے پناہ دی ہے ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔

(بخاری کتاب الجزیہ والموادعۃ باب امان النساء وجوارھن)

قرض کی ادائیگی میں مدد فرمائی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے جو کہ ان کے ذمہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ان کی آوازیں سنیں۔ آپ ان کے لئے اپنے گھر سے نکلے۔ اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور آواز دی کہ اے کعب! اس پر کعب نے جواب دیا کہ جی یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے اتنا چھوڑ دو اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑنا۔ کعب نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اتنا چھوڑ دیا۔ اس پر آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا:

''قُمْ فَاقْضِہٖ''

اٹھو اور بقیہ قرض اتارو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب کلام الخصوم بعضھم ......)

جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح کروانا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر بلند آواز سے جھگڑے کی آواز سنی۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کسی معاملے میں نرمی طلب کر رہا تھا۔ اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ کی قسم کھانے والا کون ہے جو نیکی نہیں کرے گا؟ ایک نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو وہ چاہے گا۔

(بخاری کتاب الصلح باب ھل یشیر الامام بالصلح)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ عمرو بن عوف کے بعض لوگوں کے درمیان کوئی تنازعہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ صحابہ کو ساتھ لے کر ان کی آپس میں صلح کروانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے۔ پھر حضرت بلالؓ آئے اور اذان دی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بھی نہ آئے۔ اس پر حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شاید کوئی رکاوٹ پیش آگئی ہے اور نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے تو کیا آپؓ لوگوں کی امامت کروائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہاں اگر تم چاہو تو۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور نماز کی امامت کرانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف میں پہنچ گئے۔

(بخاری کتاب الصلح باب ..... نمبر ۲۶۹۰)

صفوان بن امیہ کو معاف فرما دیا

فتح مکہ کے بعد معاند اسلام صفوان بن امیہ جدہ کا قصد کر کے نکلا تا کہ وہاں سے یمن کا سفر کر سکے۔ عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے لیکن آپ سے خوفزدہ ہو کر وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے اور اپنے آپ کو سمندر میں ڈال رہا ہے۔ آپ اسے امان بخش دیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ "اسے امان دی جاتی ہے۔" عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرمائیں جسے دیکھ کر وہ آپ کی امان کو پہچان لے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وہ عمامہ بطور نشان عطا فرما دیا جو مکہ میں داخلے کے وقت آپ نے سر پر پہن رکھا تھا۔ عمیرؓ یہ عمامہ ساتھ لیے روانہ ہوئے اور صفوان سے آ کر ملاقات کی۔ اس وقت صفوان سمندری سفر اختیار کرنے والے تھے انہوں نے صفوان سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امان لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ سن کر صفوان نے کہا کہ تیری ہلاکت ہو! تم میرے پاس سے دور ہٹو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ عمیر نے صفوان سے کہا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں سے افضل ہیں۔ لوگوں میں سے سب سے زیادہ نیک سلوک کرنے والے ہیں۔ حلیم طبیعت کے مالک ہیں۔ اور لوگوں میں سے سب سے بہترین ہیں۔ وہ تیرے چچا کے بیٹے ہیں۔ ان کی عزت تیری عزت اور ان کا شرف تیرا شرف ہے اور ان کی بادشاہت تیری مملکت ہے اس پر صفوان نے کہا کہ میں اپنے نفس میں ان کا خوف رکھتا ہوں۔ اس پر عمیر نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ تو اس سے بھی زیادہ حلیم ہیں اور کریم ہیں۔ پس وہ عمیر کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ صفوان نے عرض کیا کہ عمیر کا خیال ہے کہ آپؐ نے مجھے امان بخشی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ صفوان نے عرض کی کہ پھر مجھے اس سہولت سے دو ماہ کا فائدہ اٹھانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اس بارہ میں چار ماہ کا اختیار دیا جاتا ہے۔

(السيرة النبوية لابن هشام ذكر تحطيم الاصنام صفحه ۷۴۷)

میثاق مدینہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد امن قائم کرنے کی خاطر یہودیوں سے معاہدہ فرمایا۔ اس کی چند شرائط یہ ہیں:-

☆ مسلمان اور یہودی آپس میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف زیادتی یا ظلم سے کام نہ لیں گے۔

☆ ہر قوم کو مذہبی آزادی ہوگی۔

☆ تمام باشندگان کی جانیں اور اموال محفوظ ہوں گے اور ان کا احترام کیا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص جرم یا ظلم کا مرتکب ہو۔

☆ ہر قسم کے اختلاف اور تنازعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیصلے کے لئے پیش ہوں گے اور ہر فیصلہ خدائی حکم (یعنی ہر قوم کی اپنی شریعت) کے مطابق کیا جائے گا۔

☆ کوئی فریق بغیر اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کے لئے نہ نکلے گا۔

☆ اگر یہودیوں اور مسلمانوں کے خلاف کوئی قوم جنگ کرے گی تو وہ ایک دوسرے کی امداد میں کھڑے ہوں گے۔

☆ اسی طرح اگر مدینہ پر حملہ ہوگا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

☆ قریش مکہ اور ان کے معاونین کو یہود کی طرف سے کسی قسم کی امداد یا پناہ نہیں دی جائے گی۔

☆ ہر قوم اپنے اخراجات خود برداشت کرے گی۔

☆ اس معاہدہ کی رو سے کوئی ظالم یا گنہگار یا مفسد اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اسے سزا دی جاوے یا اس سے انتقام لیا جاوے۔ (سیرت خاتم النبین صفحہ ۲۷۹)

ابوسفیان کا قبول اسلام

حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقعہ پر) مر الظہران میں قیام کیا تو میں نے دل میں کہا کہ افسوس قریش کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا ہے۔ کاش کوئی آدمی ہو تو میں اس کو آپ کے لشکر کی خبر دوں کہ وہ قریش سے کہے کہ وہ حملہ سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر امن مانگ لیں۔ پھر میں اسی خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید خچر پر سوار ہو کر اراک کے میدان میں آیا......... وہاں میں نے ابوسفیان کی آواز سنی اور پہچان لی۔ میں نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے ابوسفیان! اس نے بھی میری آواز پہچان لی اور کہا ابوالفضل ہیں۔ میں نے کہا ہاں! اے ابوسفیان تیرا برا ہو۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے اور قریش کی ہلاکت کا وقت ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ہلاکت سے نجات کی کوئی ترکیب بتائیں۔ میں نے کہا کہ کیا بتاؤں اگر تم مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ تُو میرے خچر کے پیچھے بیٹھ میں تجھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلتا ہوں اور تیرے لئے امن کی درخواست کروں گا......

حضرت عباس بیان کرتے ہیں کہ راستے میں حضرت عمرؓ کے خیمے کے پاس سے گزرا تو وہ کھڑے ہو گئے اور ابوسفیان کو میرے پیچھے دیکھ کر کہنے لگے یہ تو دشمنِ خدا ابوسفیان ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ خدا نے مجھ کو اس پر قابو دیا ہے اور اس کی جان بچانے کے لئے کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑے۔ حضرت عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے خچر کو دوڑایا تا کہ حضرت عمرؓ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ سکوں اور ابوسفیان کے لئے امن اور پناہ حاصل کر سکوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے پہلے پہنچ گیا اور پھر حضرت عمرؓ بھی آ گئے۔ عرض کیا کہ ابوسفیان پر خدا نے مجھ کو بغیر کسی عہد و پیمان کے قابو دے دیا ہے۔ لہذا مجھے اس کو قتل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ اس پر حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس کو پناہ دی ہے اور آج رات اس کو میں اپنے پاس رکھوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس اس کو تم اپنے ساتھ لے جاؤ صبح اس کو میرے پاس لانا۔

حضرت عباس بیان کرتے ہیں کہ صبح جب میں ابوسفیان کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو خدا کی توحید کا اقرار کرے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس قدر حلیم اور کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ بے شک میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اگر خدا کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہوتا تو ضرور مجھ کو نفع پہنچتا۔ اس کے بعد حضرت عباس نے کہا کہ اسلام قبول کر لے۔ اس پر ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عباسؓ نے رسول کریمؐ سے درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ یہ ابوسفیان ایسا بندہ ہے کہ فخر کو پسند کرتا ہے تو آپ ان کے لئے کوئی ایسی علامت مقرر فرما دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں آ جائے گا۔ جو کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ بھی امن میں آ جائے گا اور جو کوئی مسجد میں داخل ہو جائے وہ بھی امن میں آ جائے گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ذکر اسلام ابی سفیان بن الحارث ...... صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷)

☆☆☆

نتائج سالانہ مقابلہ جات 2004-05

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے درج ذیل مقابلہ جات کے نتائج کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ یہ مقابلہ مجالس، اضلاع اور علاقہ جات کی سالانہ مجموعی کارکردگی کا ہوتا ہے۔ سالانہ مقابلہ بین المجالس میں اوّل آنے والی مجلس کو خلافت جوبلی علم انعامی دیا جاتا ہے۔ اور اس کو مقابلہ بین المجالس خلافت جوبلی علم انعامی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز سب کے لئے مبارک فرمائے۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

سالانہ مقابلہ بین المجالس

اوّل: گلشن پارک لاہور

دوم: لطیف آباد حیدر آباد

سوم: ربوہ

چہارم: اسلام پورہ لاہور

پنجم: وحدت کالونی لاہور

ششم: سمن آباد لاہور

ہفتم: نارتھ کراچی

ہشتم: دارالنور فیصل آباد

نہم: ترسکہ سیاں سیالکوٹ

دھم: راجگڑھ لاہور

☆☆☆

سالانہ مقابلہ بین الاضلاع

اوّل: لاہور

دوم: حیدر آباد

سوم: سیالکوٹ

چہارم: راولپنڈی

پنجم: میرپور آزاد کشمیر

ششم: چکوال

☆☆☆

سالانہ مقابلہ بین العلاقہ

اوّل: لاہور

دوم: حیدر آباد

سوم: کراچی

چہارم: راولپنڈی

پنجم: آزاد کشمیر

☆☆☆

مشعل راہ

مشعل راہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ۱۰ر مارچ ۲۰۰۶ء میں فرمایا:-

امن کا مذہب

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر غیر مسلموں کی طرف سے جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ ایسا دین لے کر آئے جس میں سوائے سختی اور قتل وغارت گری کے کچھ اور ہے ہی نہیں اور اسلام میں مذہبی رواداری، برداشت اور آزادی کا تصور ہی نہیں ہے اور اسی تعلیم کے اثرات آج تک مسلمانوں کی فطرت کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس بارہ میں کئی دفعہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں سے ہی بعض طبقے اور گروہ یہ تصور پیدا کرنے اور قائم کرنے میں ممد ومعاون ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے ان کے اسی نظریے اور عمل نے غیر اسلامی دنیا میں اور خاص طور پر مغرب میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لغو اور بے ہودہ انتہائی نازیبا اور غلیظ خیالات کے اظہار کا موقع پیدا کیا ہے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ بعض طبقوں اور گروہوں کے عمل مکمل طور پر اسلامی تعلیم اور ضابطہ اخلاق کے خلاف ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو ایک ایسی خوبصورت تعلیم ہے جس کی خوبصورتی اور حسن سے ہر تعصب سے پاک شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کا ذکر ملتا ہے جس میں غیر مسلموں سے حسن سلوک، ان کے حقوق کا خیال رکھنا۔ ان سے انصاف کرنا، ان کے دین پر کسی قسم کا جبر نہ کرنا، دین کے بارے میں سختی نہ کرنا وغیرہ کے بہت سے احکامات اپنوں کے علاوہ غیر مسلموں کے لئے ہیں۔ ہاں بعض حالات میں جنگوں کی بھی اجازت ہے لیکن وہ اس صورت میں جب دشمن پہل کرے، معاہدوں کو توڑے، انصاف کا خون کرے، ظلم کی انتہا کرے یا ظلم کرے لیکن اس میں بھی کسی ملک کے کسی گروہ یا جماعت کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ حکومت کا کام ہے کہ فیصلہ کرے کہ کیا کرنا ہے، کس طرح اس ظلم کو ختم کرنا ہے نہ ہر کوئی جہادی تنظیم اٹھے اور یہ کام شروع کر دے۔

آنحضرت کے دور کی جنگیں مدافعانہ تھیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی جنگوں کے مخصوص حالات پیدا کئے گئے تھے جن سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو جوابی جنگیں لڑنی پڑیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ آج کل کی جہادی تنظیموں نے بغیر جائز وجوہات کے اور

جائز اختیارات کے اپنے جنگجوانہ نعروں اور عمل سے غیر مذہب والوں کو یہ موقع دیا ہے اور ان میں اتنی جرأت پیدا ہوگئی ہے کہ انہوں نے نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر بیہودہ حملے کئے ہیں اور کرتے رہے ہیں جبکہ اس سراپا رحم اور محسن انسانیت اور عظیم محافظ حقوق انسانی کا تو یہ حال تھا کہ آپؐ جنگ کی حالت میں بھی کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے جو دشمن کو سہولت نہ مہیا کرتا ہو۔ آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل آپؐ کی زندگی کا پل پل اور لمحہ لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کرسکتا جو آپؐ نے کئے، امن میں بھی اور جنگ میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، روزمرہ کے معمولات میں بھی اور دوسرے مذاہب والوں سے کئے گئے معاہدات میں بھی۔ آپؐ نے آزادیٔ ضمیر، مذہب اور رواداری کے معیار قائم کرنے کی مثالیں قائم کردیں اور اور پھر جب عظیم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو جہاں مفتوح قوم سے معافی اور رحم کا سلوک کیا وہاں مذہب کی آزادی کا بھی پورا حق دیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی اعلیٰ مثال قائم کردی کہ

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ. (بقرہ:۲۵۷)

کہ مذہب تمہارے دل کا معاملہ ہے میری خواہش تو ہے کہ تم سچے مذہب کو مان لو اور اپنی دنیا و عاقبت سنوار لو، اپنی بخشش کے سامان کرلو، لیکن کوئی جبر نہیں۔ آپؐ کی زندگی رواداری اور آزادیٔ مذہب و ضمیر کی ایسی بے شمار روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان میں سے چند ایک کا میں ذکر کرتا ہوں۔

کفار مکہ کی مسلمانوں پر مظالم کی انتہا

کون نہیں جانتا کہ مکہ میں آپؐ کی دعویٰ نبوت کے بعد کی 13 سالہ زندگی کتنی سخت تھی اور کتنی تکلیف دہ تھی اور آپؐ اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کتنے دکھ اور مصیبتیں برداشت کیں۔ دوپہر کے وقت تپتی ہوئی گرم ریت پر لٹائے گئے، گرم پتھر ان کے سینوں پر رکھے گئے۔ کوڑوں سے مارے گئے، عورتوں کی ٹانگیں چیر کر مارا گیا، قتل کیا گیا، شہید کیا گیا۔ آپؐ پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے گئے۔ سجدے کی حالت میں بعض دفعہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپؐ کی کمر پر رکھ دی گئی جس کے وزن سے آپؐ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ طائف کے سفر میں بچے آپؐ پر پتھراؤ کرتے رہے، بیہودہ اور غلیظ زبان استعمال کرتے رہے۔ ان کے سرداران کو ہلا شیری دیتے رہے، ان کو اُبھارتے رہے۔ آپؐ اتنے زخمی ہوگئے کہ سر سے پاؤں تک لہولہان ہیں، اوپر سے بہتا ہوا خون جوتی میں بھی آگیا ہے۔ شعب ابی طالب کا واقعہ ہے۔ آپ کو، آپؐ کے خاندان کو، آپؐ کے ماننے والوں کو کئی سال تک محصور کردیا گیا۔ کھانے کو کچھ نہیں تھا، پینے کو کچھ نہیں تھا۔ بچے بھی بھوک پیاس سے بلک رہے تھے کسی صحابی کو ان حالات میں اندھیرے میں زمین پر پڑی ہوئی کوئی نرم چیز پاؤں میں محسوس ہوئی تو اسی کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز ہو۔ یہ حالت تھی بھوک کی اضطراری کیفیت۔ تو یہ حالات تھے.........''

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳۱ مارچ تا ۰۶ اپریل ۲۰۰۶ء)

درس حدیث

عِدَۃُ الْمُؤْمِنِ کَاَخْذِ الْکَفِّ

ترجمہ: مومن کا وعدہ ایسا ہی سمجھو۔ جیسا کہ اس نے وہ چیز ہاتھ میں رکھ دی

(حضرت میر محمد اسحاق صاحب)

(۱)

اللہ اکبر یہ حدیث (مومن) کا پایہ کس قدر بلند ثابت کرتی ہے۔ اور سبحان اللہ والحمد للہ کہ اس حدیث سے مومن کے اعتبار کا مینار کتنا اونچا ظاہر ہوتا ہے۔

(۲)

ایک مشہور قصہ لوگ بیان کیا کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر دیا۔ مقتول کے وارث اُسے پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لائے۔ حضرت عمر نے مقدمہ کی سماعت کر کے فیصلہ کیا کہ قاتل قابل سزا ہے اور واجب القتل ہے۔ قاتل نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا۔ کہ مجھے یہ فیصلہ بسر وچشم منظور ہے۔ اور مَیں واقعہ میں سزا کا مستحق ہوں کیونکہ میں نے قتل کا جرم کیا ہے۔ مگر میری ایک درخواست ہے کہ میرے پاس بہت سے لوگوں کی امانتیں ہیں اگر میں یہاں مارا گیا تو میرے وارث وہ امانتیں واپس نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ یہ کن کن لوگوں کی امانتیں ہیں۔ اس لئے مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے قبیلہ میں جاؤں۔ اور لوگوں کی امانتیں واپس کردوں۔ اور پھر کل اس وقت اس میدان میں حاضر ہو جاؤں۔ اور خوشی خوشی سزا اٹھاؤں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنا کوئی ضامن پیش کرو جو یہ ضمانت دے کہ اگر تو نہ آیا تو تیری جگہ بے شک اُسے قتل کر دیا جائے وہ شخص اجنبی تھا۔ اس مجمع میں اسے کوئی نہ جانتا تھا۔ اس نے چاروں طرف مایوسانہ انداز سے دیکھا اور گھبرا کر نظر نیچی کر لی کہ اتنے میں مجمع کی صفوں کو چیرتے ہوئے حضرت ابوذر غفاریؓ جو حضور علیہ السلام کے ایک درویش صفت صحابی تھے آگے بڑھے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں اس شخص کا ضامن ہوتا ہوں۔ اس پر وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔ اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تیر کی طرح اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوا دوسرے دن اس میدان میں لوگ جمع ہوئے۔ مقررہ وقت آ گیا لیکن وہ شخص حاضر نہ ہوا۔ ضامن طلب کیا گیا۔ حضرت ابوذر غفاری آگے بڑھے اور ضمانت کی ذمہ داری کے مطابق اپنا سر قتل کے لئے پیش کر دیا۔ اور قریب تھا کہ جلاد اپنا کام کرے کہ دور سے گرد اڑتی دکھائی دی۔ اور ایک سوار بے تحاشا گھوڑا بھگاتا نظر آیا۔ جلاد ٹھہر گیا لوگ خاموشی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اس سوار کو دیکھنے لگے۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ یہ سوار وہی قاتل ہے جو سرپٹ گھوڑا دوڑا رہا ہے۔ کہ اسے سر پیر کا ہوش نہیں۔ آخر وہ اسی تیزی سے گھوڑا بھگاتا ہوا اس میدان میں پہنچا۔ اور گھوڑے سے چھلانگ لگا کر چلا چلا کر کہنے لگا کہ میں آ گیا، میں آ گیا۔ اسکا گھوڑے سے اترنا تھا کہ گھوڑا تھکاوٹ تیز دوڑنے اور سخت ہانپنے سے بے دم ہو کر گرا اور فوراً مر گیا۔ اور وہ شخص آگے بڑھ کر جلاد کی تلوار کے سامنے جھک گیا۔ اور کہا کہ لو مجھے قتل کر دو۔ اب میں خوشی سے مروں گا کیونکہ میں اپنی امانتیں واپس کر آیا ہوں جب اس کا سانس ٹھہرا۔ تو حضرت عمرؓ نے

اس سے پوچھا کہ تو کیوں واپس آ گیا جبکہ ہماری گرفت سے باہر ہو چکا تھا۔ کیوں نہ کہیں بھاگ گیا؟ یا کیوں نہ اپنے قبیلہ میں کسی جگہ چھپ گیا۔ اس نے کہا بے شک جان بہت پیاری اور عزیز ہے۔ مگر میں اس لئے واپس آ گیا کہ اگر میں نہ آتا تو میرا ضامن مارا جاتا۔ اور ہمیشہ لوگ کہتے کہ مسلمان کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے مجھے جان دینا منظور ہے مگر یہ منظور نہیں کہ اسلام اور مسلمان بدنام ہوں۔ اسکے بعد حضرت عمر نے ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ تم نے اس کی ضمانت کیوں دی جبکہ اسے جانتے بھی نہ تھے کیا تم کو یہ ڈر نہ تھا کہ اگر یہ واپس نہ آیا۔ تو تم خود مارے جاؤ گے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ مجھے بھی جان عزیز اور پیاری ہے مگر میں نے اس لئے اس کی ضمانت دی اور اپنے آپکو خطرہ میں ڈالا کہ اس مجمع میں اس کا کوئی واقف نہ تھا اگر کوئی شخص بھی اس کی ضمانت نہ دیتا تو لوگ مشہور کر دیتے کہ ایک مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔

یہاں تک کہ ایک شخص ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے مگر مایوس ہو کر نظریں نیچی کر لیتا ہے۔ لیکن اسے کوئی مسلمان ضامن نہیں ملتا۔ حضرت ابوذر غفاری کا یہ جواب سن کر مقتول کے وارث کہنے لگے کہ حضور ہم نے اپنے بھائی کا قتل معاف کر دیا اب اس قاتل کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم کو اپنا بھائی عزیز نہیں۔ یا تم کو اس کے قتل ہونے کا صدمہ نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ ہمیں عزیز بھی تھا۔ ہمیں اس کے ناحق قتل کا رنج بھی ہے مگر ہم اس لئے معاف کرتے ہیں کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ مسلمان اپنے قصوروں کو معاف ہی نہیں کر سکتے۔ سبحان اللہ وعدہ کے پورا کرنے کی برکت سے کس قدر عظیم الشان اور نیک نمونہ مسلمانوں نے دکھایا کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ ایک مشہور قصہ ہے احادیث میں خاکسار نے یہ واقعہ نہیں پڑھا لیکن ممکن ہے کہ یہ واقعہ صحیح نہ ہو۔ یا پوری طرح صحیح نہ ہو لیکن میں نے بطور نمونہ اس مشہور قصہ کو اس لئے بیان کیا ہے کہ ہمیں اس سے سبق لینا چاہیے کیونکہ حضرت شیخ سعدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

در نوشت ہست پند بر دیوار

یعنی اچھی بات خواہ قصہ کے رنگ میں ہو۔ خواہ آدمی چھوڑ دیوار پر ہی لکھی ہوئی کیوں نہ ہو قبول کر لینی چاہیے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

(۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ صغر سنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اینٹ کا ایک ٹکڑا لائے اور کہا کہ ابا میں اس سے کھیلا کرتا ہوں۔ آپ اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ حضور نے وہ ٹکڑا رکھ لیا اور اپنی جیب میں ڈال لیا جیب پہلو میں تھی۔ کئی روز وہ اینٹ کا ٹکڑا جو اپنی رگڑ پہنچاتا رہا۔ تو پہلو میں درد محسوس ہونے لگا۔ ایک دن جبکہ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ شیخ حامد علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ حامد علی کئی دن سے ہمیں یہاں درد محسوس ہوتا ہے۔ حامد علی نے اپنا ہاتھ درد کی جگہ پھیرنا شروع کیا تو جیب سے وہ روڑہ نکال کر دکھایا۔ کہ حضور اینٹ کے اس ٹکڑے کے چھبنے کی وجہ سے درد ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اوہو یہ اینٹ کا ٹکڑا تو کئی دن ہوئے محمود میرے پاس رکھوا گیا تھا اس واقعہ سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ وعدہ کے پورا کرنے اور امانت کی حفاظت کرنے کا جذبہ خدا کے نیک اور پاک لوگوں میں کس شدت سے ودیعت کیا جاتا ہے کہ معلوم کر کے انسان حیران رہ جاتا ہے۔

(الفضل ۶ مارچ ۱۹۴۱ء)

ایک نایاب تحریر

خطبہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے ابتدائی زمانہ میں تشریف فرما تھے بعض خدام نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کوئی خطبہ لکھ دیں جو ہم سنا دیا کریں۔ حضور نے یہ خطبہ لکھ دیا جو بہت عرصے کے بعد ایک دوست کی مہربانی سے مل گیا۔ اور اسے ۱۹۱۷ء میں تشحیذ الاذہان میں شائع کیا گیا۔ امید ہے قارئین اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ○ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ○ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔ خَلَقَ الْمَوْتَ لِیُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا حَیَّ اِلَّا هُوَ ط وَخَلَقَ الضُّعْفَ لِیُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَوِیَّ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا اور اپنا نام کلام نازل کیا تا دنیا کے لئے نذیر ہو۔ وہ پاک ذات ہے۔ جو بادشاہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کی بادشاہت میں شریک ہے اور وہ وہ ہے جس نے کل چیزوں کو ایک مقدار مناسب اور اندازہ موزوں کے ساتھ پیدا کیا۔ لوگوں نے اس معبود حقیقی کے سوا اور معبود بنائے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کو اپنی جانوں کے نفع ونقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں نہ اپنی موت وحیات اور پھر جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ کل انسان موت کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والی صرف تیرے رب کی ذات ہے جو صاحب جلال اور اکرام ہے۔ اس نے موت کو پیدا کیا تا معلوم ہو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی نہیں مگر وہی اور ضعف کو بنایا تا ظاہر ہو کہ قوی کوئی نہیں مگر وہی اور عجز کو بنایا تا

اِلَّاهُوَ ط وَخَلَقَ الْعِجْزَلِيُثْبِتَ اَنَّهُ لَاقَادِرَ اِلَّاهُوَسُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ ط اَثْبَتَ حَيَاتَهٗ بِمَوْتِ غَيْرِهٖ ط وَاَثْبَتَ قُوَّتَهٗ بِضُعْفِ غَيْرِهٖ وَاَثْبَتَ قُدْرَتَهٗ بِعِجْزِ غَيْرِهٖ ط تَفَرَّدَفِیْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقُوَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَحَيَاتِهٖ لَاشَرِيْکَ لَهٗ فِيْهَا اَحَدٌ وَّاِنْ کَانَ نَبِيًّا اَوْوَلِيًّا ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَسَرَاجِ السُّبُلِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَاَحَبِّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ يَااَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْاصَلُّوْاعَلَيْهِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِيْمًا يَااَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْاکُوْنُوْاخَادِمِی الدِّيْنِ لِلّٰهِ وَصَلُّوْاخَاشِعِيْنَ وَقُوْمُوْالِلّٰهِ قَانِتِيْنَ وَلَاتَمُوْتُوْااِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ط اِنَّ الْمَوْتَ قَرِيْبٌ مَانَجَامِنْهُ نَبِیٌّ وَّلَاوَلِیٌّ ط وَلَوْکَانَ اَحَدٌ مِنَ الْاَحْيَآءِ لَکَانَ نَبِيُّنَاوَسَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط يَااَيُّهَاالنَّاسُ لَاتَغْلُوْا فِیْ قَوْلِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْااِلَّا

ثابت ہو کہ قادر کوئی نہیں مگر وہی۔ عجب پاک ذات ہے اور کیا ہی بلند شان ہے اس کی۔ اس نے دوسرں کی موت سے اپنی دائمی زندگی ثابت کی اور دوسروں کے ضعف سے اپنی قوت کا اظہار کیا۔

اور دوسروں کے عجز سے اپنی قدرت کا ثبوت دیا وہ یگانہ ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنی قوت میں اور اپنی قدرت میں اور اپنی دائمی زندگی میں اور ان باتوں میں اس کا کوئی شریک نہیں خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو۔ اور درود اور سلام ہے اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب رسولوں سے افضل ہیں اور کل بھلائی کی راہوں کے روشن چراغ ہیں خاتم الانبیاء ہیں۔ اور کل بنی آدم سے خدا کو عزیز و محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائک اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تم بھی اے ایمان والو! اپنے نبی پر محبت اور سچے دل سے درود اور سلام بھیجو۔ اے ایمان والو! خدا کے لئے خادم دین بن جاؤ۔ اور خشوع اور خضوع کے ساتھ نمازیں پڑھو اور خدا کے نہایت فرمانبردار بندے ہو جاؤ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو (یعنی حدود اسلام سے ایک آن کے باہر نہ جاؤ کہ مبادا سوء خاتمہ کا موجب ہو) بلاشبہ موت قریب ہے اور موت سے آج تک کسی نے نجات نہیں پائی موت نے نہ کسی نبی کو چھوڑا۔ نہ کسی ولی کو۔ اگر کوئی فرد بشر موت سے نجات پاتا تو یقیناً اس کے سب سے زیادہ مستوجب اور مستحق ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اے لوگو! اپنے قولوں میں حد سے نہ بڑھو اور جو بات کہو حق کہو

الْحَقَّ وَلَاتَقُوْلُوْا بِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيًّا بَلْ هُوَمَاتَ وَتُوَفِّي وَرُفِعَ وَاُدْخِلَ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ الَّذِيْنَ مَاتُوْامِنْ قَبْلِهٖ وَكَيْفَ تُنْكِرُوْنَ بِمَوْتِ الْمَسِيْحِ وَقَدْتَقْرَءُ وْنَ ذِكْرَوَفَاتِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ وَلَاتَكْتُمُوْالْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ط

خطبہ دوم

يَااَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْارَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْئٌ عَظِيْمٌ ط كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِالسَّاعَةِ وَقَدْجَاءَ اَشْرَاطُهَا وَقَدْجَاءَ الْمَسِيْحُ الَّذِيْ بُشِّرَلَكُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكُمْ صِدْقًا وَّعَدْلًا فَاشْكُرُوْاللّٰهِ وَاتَّبِعُوْهُ وَلَاتَكُوْنُوْا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَاعْلَمُوْااَنَّكُمْ مُلَاقُوْارَبِّكُمْ وَاَنَّكُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط يَااَيُّهَاالنَّاسُ لَاتَرُدُّوْانِعْمَتَ رَبِّكُمْ وَاتَّقُوْا مِنْ اَمْثَالِ قَوْمٍ كَانُوْاقِرَدَةً خَاسِئِيْنَ وَصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّكُمْ وَاعْدِلُوْافِيْ كُلِّ اَمْرِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُبِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ فَالَيْهِ تَبْتَلُوْااَيُّهَاالْمُؤْمِنُوْنَ O

•••

اور یہ بات ہرگز اپنے منہ سے نہ نکالو کہ عیسیٰؑ بجسد عنصری زندہ ہیں بلکہ وہ مر گئے اور وہ ان کی روح پاک قبض کی گئی اور عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان صالحین کی جماعت میں داخل کئے گئے جوان سے پہلے اس دارفنا سے کوچ کر گئے ہیں۔ مسیحؑ کی موت کا تم کیونکر انکار کرتے ہو۔ جب کہ تم قرآن کریم میں ان کی وفات کا ذکر پڑھتے ہو حق بات کو نہ چھپاؤ جب کہ تمہیں معلوم ہے۔

خطبہ دوم

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ زلزلہ قیامت ایک نہایت ہولناک گھڑی ہے تم اس ساعت کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اس کی بڑی علامتیں ظاہر ہو گئیں اور بالتحقیق وہ مسیح جس کے آنے کی تمہیں بشارت دی گئی تھی تم میں آ گیا اور تمہارے رب کی بات نہایت سچی اور عدل کے ساتھ پوری ہو گئی خدا کا شکر کرو اور مسیح موعود کی پیروی کرو سب سے پہلے منکر تم ہی نہ بنو یاد رکھو خدا کے سامنے ہونا ہے۔ اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ اے لوگو! اپنے رب کی نعمت کو رد نہ کرو۔ اور اس قوم کے حالات سے عبرت حاصل کرو جو خدا کی ناشکری اور انکار سے ذلیل بندر بنائی گئی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور کل امور میں طریق عدل اختیار کرو۔ دیکھو خدائے کریم عدل اور احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے اور فحش باتوں اور گناہ کے کاموں اور سرکشی کے طریقوں سے منع فرماتا ہے۔ اوّل اور آخر سب تعریفیں اسی کو ہیں اسی کے ہو رہو اے مومنو!

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۷ء)

رُت کو آخر بدلنا تو ہے دوستو

اِتنا بے رنگ دُکھ نہیں جانیے ہر رگِ جاں شعاعِ بدن ہوئے گی
لوگ پھر سے اُچھالیں گے اپنا لہو اور گلگوں قبائے وطن ہوئے گی

تابکے یونہی اختر شماری کرو، جوئے خوں اپنی رگ رگ سے جاری کرو
اور کچھ روز سینہ فگاری کرو، بزمِ خاموش بزمِ سخن ہوئے گی

تم نے ہونٹوں پہ مُہریں لگا دیں تو کیا تم نے شمعیں نوا کی بجھا دیں تو کیا
جو حکایت سُنی اَن سنی ہوگئی، اب وہی انجمن انجمن ہوئے گی

اب تلاشِ مسیحا عبث دوستو اب جو قاتل ہے بس جستجو اُس کی ہو
ورنہ نامِ خدا نا سزا ہوئے گا، اور خلق خدا بے کفن ہوئے گی

رُت کو آخر بدلنا تو ہے دوستو، اس قیامت کو ٹلنا تو ہے دوستو
اس طرف ہم کو چلنا تو ہے دوستو، جس طرف فصل دار و رسن ہوئے گی

(جاناں جاناں از احمد فراز)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور اس کی حفاظت

۱۶؍جون ۱۹۴۴ء کو ایک واقف زندگی کے اعزاز میں چائے کی ایک دعوت کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے درج ذیل خطاب فرمایا جو کہ قارئین خالد کی خدمت میں پیش ہے۔

(مرسلہ: لئیق احمد ناصر چوہدری)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو کفار مکہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو یہاں بھی امن سے نہ رہنے دیا اور بار بار مدینہ پر حملہ کے لئے اپنی فوجیں بھجواتے رہے۔ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں ایسے ہی ایک موقعہ پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اکٹھا کر کے مشورہ کیا تو اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابہ نے جو جواب دیا اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"............یا رسول اللہ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے۔ آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔

یہ اس وقت کا جذبہ ایمان ہے جب ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پورا ظاہر نہیں ہوا تھا۔ بہت سے معجزات ہیں جو اس کے بعد ظاہر ہوئے، بہت سے نشانات ہیں جو اس کے بعد رونما ہوئے بہت سا حصہ قرآن کا ہے جو اس کے بعد نازل ہوا۔ اگر ہر معجزہ انسان کے ایمان کو بڑھاتا ہے، اگر ہر نشان انسان کے ایمان کو بڑھاتا ہے، اگر قرآن کی ہر آیت انسان کے ایمان کو بڑھانے والی ہے تو یقیناً بعد میں ان کے لئے اپنے ایمان بڑھانے کے زیادہ مواقع تھے۔ کیونکہ وہ اجمالی ایمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہیں حاصل ہوا تھا بعد میں تفصیلی ایمان کو جگہ دے کر ہٹتا چلا گیا اور آخر میں ایک ایسا تفصیلی ایمان ان کو نصیب ہوا جس کا کوئی زاویہ، جس کا کوئی کونہ اور جس کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو مکمل نہ ہو۔ جس کی تعمیر نہ ہو چکی ہو اور جس کی تزئین وتحسین نہ ہو چکی ہو۔ لیکن اس ابتدائی زمانہ میں ہی اس صحابی نے یہ کیسا شاندار فقرہ کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ یہ اس وقت انہوں نے کہا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی طور پر زندہ تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں یہ طاقت موجود تھی کہ دشمن کے ہتھیار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا سکتے۔ جب آپکے اندر یہ طاقت موجود تھی کہ آپ اُس کے حملہ کو روک سکتے ایسی صورت میں انسان کو اپنی حفاظت کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی ضرورت اس وقت ہوتی ہے۔ جب وہ ہتھیار نہیں اٹھا سکتا۔ مثلاً وہ سویا ہوا ہو۔ سویا ہوا انسان اپنی

حفاظت نہیں کرسکتا اس وقت اُسے اپنے دوستوں اور خیرخواہوں کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے یا فرض کرو وہ غیر حاضر ہے اور اس کی غیر حاضری میں کوئی شخص اس کی عزت و ناموس پر حملہ کرتا ہے تو اس وقت بھی اُسے اپنے دوستوں کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ منہ دیکھے کی محبت جتانے کے لئے سارے ہی موجود ہوتے ہیں لیکن اصل محبت وہ ہوتی ہے جو غیبت میں ہوتی ہے۔ تو وہ وقت ایسا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کی خود بھی حفاظت کرسکتے تھے۔ اورانہوں نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا۔......

......لیکن آج وہ زمانہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ آج آپ پر اعتراض کرنے والے لوگوں کا دفعیہ صرف آپ کے محبّ ہی کرسکتے ہیں۔ ایک وقت آپ دنیا میں موجود تھے لوگ اعتراض کرتے تو آپ اپنے صحابہ سے کہہ دیتے کہ ان کو جواب دو۔ حسانؓ کو آپ کئی دفعہ کھڑا کردیتے اور فرماتے اللھم ایدہ بروح القدس خدایا تو حسانؓ کی اپنے نشانات سے مدد فرما۔ بعض دفعہ آپ انہیں بتاتے بھی کہ اس طرح جواب دینا۔ ایسا رنگ اختیار نہیں کرنا کہ ہم پر حملہ ہوجائے۔ یہ چیزیں سب موجود تھیں مگر اب خدا کا وہ آخری شریعت لانے والا رسول ہم میں نہیں ہے۔ اور جس قسم کا طعن اور جس قسم کا حملہ آج اسلام پر ہورہا ہے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے مکہ میں رہنے والے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت کا پتہ تھا جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر سکون کا پتہ تھا۔ جن کو آپ کے رات کے اعمال کا بھی پتہ تھا اور آپ کے دن کے اعمال کا بھی پتہ تھا جن کو آپ کے معاملات کا بھی علم تھا۔ اور آپ کی عبادات کا بھی علم تھا۔ جنہیں آپ کی گفتگو کا بھی علم تھا اور آپ کے چال چلن کا بھی علم تھا۔ اُن سے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے لوگو بتاؤ تم مجھے کیا سمجھتے ہو تو اُن سب نے کہا ہم آپ کو صدوق اور امین سمجھتے ہیں مگر آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد یورپ کے نادان اور ظالم مصنف سینکڑوں صفحے بھردیتے ہیں۔ ان دلیلوں سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ایک فریب کار انسان تھے ایک چالباز انسان تھے آپ نے جھوٹا دعویٰ کیا اور جھوٹے دلائل سے لوگوں کو ورغلا ورغلا کر اپنی جماعت میں شامل کیا۔ وہ جو شاہد وغائب کے جاننے والے تھے۔ انہوں نے تو آپ کو صدوق اور امین قرار دیا۔ مگر آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد یورپین مصنف اُس کے بالکل الٹ محض اس لئے کہ تلوار ان کے ہاتھ میں ہے۔ طاقت ان کے ہاتھ میں ہے۔ حکومت اُن کے ہاتھ میں ہے۔ فوجیں اُن کے پاس ہیں۔ بینک ان کے پاس ہیں۔ جہاز ان کے پاس ہیں اپنی حکومت اور طاقت کے نشہ میں اس بل بوتے پر کہ اب ان حملوں کا جواب دینے والا کوئی نہیں۔ اس بل بوتے پر کہ وہ جتنی اشاعت اپنے لٹریچر کی کرنا چاہیں کرسکتے ہیں اعتراضوں پر اعتراض بکھیرتے چلے جارہے ہیں۔ پھر تعلیم بھی اُن کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ کالجوں میں لڑکے جب تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں تو انہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں اُن کتابوں کے پڑھنے کے بعد جب وہ وہاں سے نکلتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے ان کے دل بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ایک تاجر جو لین دین کے لئے جو سودا خریدنے یا سودا بیچنے کے لئے اُن کی کوٹھیوں میں جاتا ہے۔ جب وہ ان کی کوٹھیوں سے نکلتا ہے۔ اُس کا

دل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہوتا ہے۔ یہی حال قریباً سب ایشیائی اور افریقین لوگوں کا ہے۔ کیونکہ اپنی روزی کمانے کے لئے یا نوکری حاصل کرنے کے لئے سب اُن کے محتاج ہیں۔ اور جب بھی کوئی شخص ان کی نوکری اختیار کرتا ہے۔ الاماشاء اللہ اپنے دین اور ایمان کو بیچ دیتا ہے۔ اس کا دل ایمان اور محبت رسول سے خالی ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کو ان کی نوکری کرتے ہوئے ایک چھوٹے سے چھوٹے عہدہ کے لئے بھی مذہب چھوڑنا پڑتا ہے۔ بلکہ اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ دے۔ ابھی میری جیب میں ہی وہ خط پڑا ہے جو ڈلہوزی سے چلتے ہوئے مجھے ملا۔ جب مَیں ڈلہوزی سے روانہ ہونے لگا تو مجھے پنجاب کے ریکروٹنگ افسر کا جو ایک انگریز ہیں خط ملا کہ انہیں بحری فوج کے افسر نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے احمدی بعض دفعہ دوسروں کو (دعوت الی اللہ) کر بیٹھتے ہیں اس لئے مجھے حکم ملا ہے کہ آئندہ احمدیوں کو بحری فوج میں بھرتی نہ کیا جائے۔ قطع نظر اس سے کہ ہم ایک قلیل جماعت ہیں یہ سلوک آج مسلمانوں کے ہر فرقہ سے ہو رہا ہے۔ خواہ وہ احمدی ہوں یا کوئی اور کیونکہ مسلمان کمزور ہیں اور کہتے ہیں کہ زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ نزلہ جب بھی گرتا ہے عضو ضعیف پر ہی گرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک انگریز سرمیور گورنر یو۔ پی جس کے متعلق یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ ہر قوم سے عدل وانصاف کا سلوک کرے جو بحری فوج سے تعلق رکھنے والے احمدیوں کی طرح کوئی رنگروٹ نہیں تھا بلکہ ایک صوبے کا گورنر تھا اور گورنر کو ایسے امور میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہوتی پھر بھی اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کی چنانچہ اب اسلام کے خلاف سب سے زیادہ کثیر الاشاعت کتاب سرمیور گورنر یوپی کی ہی لکھی ہوئی ہے۔ مگر کسی نے اُس سے نہیں پوچھا کہ کیا تم کو چھ ہزار میل دور دس ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر اس لئے بھیجا گیا تھا کہ تم مسلمانوں اور ہندوؤں اور سکھوں اور عیسائیوں کے درمیان عدل و انصاف کرو یا تمہیں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ تم اپنے اکثر اوقات کو ایک ایسے کام کے لئے خرچ کرو جس سے مسلمان رعایا کے دل دکھیں۔ پس فرق کیا ہے۔ فرق یہی ہے کہ احمدی رنگروٹ ایک کمزور اور ضعیف قوم کا فرد ہے لیکن سرمیور ایک حاکم قوم کا فرد ہے۔

اس لئے جو بات اس کے لئے جائز ہے اور کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ ایک انگریز کے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ جائز ہے ایک عیسائی کے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ جائز ہے لیکن ایک احمدی کے لئے اپنے مذہب کی (دعوۃ الی اللہ) ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ تو آج جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے ہو رہے ہیں وہ کوئی مخفی بات نہیں۔ بلکہ ایک کھلی حقیقت ہے ہم فلسفہ کی کتابوں کو اٹھاتے ہیں تو وہ اسلام کے خلاف نظر آتی ہیں ہم تاریخ کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو وہ اسلام کے خلاف نظر آتی ہیں۔ ہم سائنس کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو وہ اسلام کے خلاف نظر آتی ہیں۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرآن نے مسلمانوں کو ایک سبق دیا تھا۔ جس کو بدقسمتی سے مسلمانوں نے بھلا دیا لیکن یورپ نے اس کو اختیار کر لیا۔ قرآن نے بتایا تھا کہ

لکل وجھۃ ھو مولیھا

ہر شخص کے سامنے ایک مقصود اور مطمح نظر ہوتا ہے۔ جو ہر وقت اس کے سامنے رہتا ہے۔ یاد رکھو تمہارا ابھی

ایک مطمح نظر ہونا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ تشتت قومی کے ماتحت کوئی کسی مقصد کو اپنے سامنے رکھے اور کوئی کسی مقصد کو......

وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره

اے مسلمانو تم مدینہ میں تو آ گئے ہو۔ مگر یاد رکھو اسلام کی ترقی فتح مکہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے تم جہاں بھی جاؤ یہ مقصد تمہارے سامنے رہنا چاہیے۔ کہ ہم نے چکر کاٹ کر بہرحال مکہ میں پہنچنا ہے اور جس طرح ہو اس کو فتح کرنا ہے۔ جب تک یہ مرکز اور یہ قلعہ تمہیں حاصل نہیں ہوگا سارے عرب اور پھر ساری دنیا پر تمہیں غلبہ میسر نہیں آ سکے گا یہ سبق آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے مسلمانوں کو دیا گیا۔ مسلمان اس سبق کو بھول گئے لیکن یورپ نے اس سبق کو سیکھا اور افسوس کہ کس ظالمانہ طور پر سیکھا اس نے دیکھ لیا کہ اسلام کا نقطۂ مرکزی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے چنانچہ یورپ کا جو مصنف بھی اٹھتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ شروع کر دیتا ہے۔ خواہ وہ فلسفہ کی کتاب لکھے خواہ وہ سائنس کی کتاب لکھے۔ خواہ وہ تاریخ کی کتاب لکھے وہ چاہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو لوگوں کی نظروں سے گرا دے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو اس نقطہ مرکزی سے منحرف کر دے۔ سبق ہم کو سکھایا گیا تھا۔ مگر اس کا فائدہ کہو یا ناجائز فائدہ ہمارا دشمن اٹھا رہا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ میں نے بتایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے جسم اطہر کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ایک محبت کرنے والے مسلمان کی غیرت کتنی بھڑک اٹھنی چاہیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک آپ کے فیوض کا تعلق ہے زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ لیکن جہاں تک جسم کا تعلق ہے آپ فوت ہو چکے ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی باغیرت انسان ایسا ہو سکتا ہے۔ جس کے زندہ باپ پر اگر کوئی شخص حملہ کرے۔ تو وہ اس کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے۔ لیکن اگر اس کے باپ کی لاش پر کوئی شخص حملہ کرے تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔ یقیناً جس طرح وہ اپنے زندہ باپ کی حفاظت کرے گا۔ اسی طرح اگر اس کے اندر غیرت موجود ہے تو میں یقیناً سمجھتا ہوں جب وہ اپنے باپ کی لاش پر کسی شخص کو حملہ کرتے دیکھے گا تو اس کے اندر دیوانگی کی سی روح پیدا ہو جائے گی۔ مردہ جسم بے شک کام نہیں آ سکتا مگر اس کے ساتھ جو محبت کے جذبات وابستہ ہوتے ہیں۔ وہ اس کی قیمت زندہ سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ یادرفتہ اپنے اندر ایک ایسا درد رکھتی ہے۔ ایک ایسا ابال رکھتی ہے کہ انسان اپنی ہر چیز ایک ساعت کے اندر فنا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کے زندہ باپ کو کوئی شخص مارے۔ تو بھی اسے غصہ آئے گا لیکن اگر یہ مشہور ہو جائے کہ کسی کے باپ کی لاش کو جوتیاں ماری گئی ہیں تو وہ کہے گا میں اب دنیا میں مونہہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ جب محبان صادق نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور یا رسول اللہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ تو اب جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اب جبکہ آپ کی عزت و ناموس پر دشمن چاروں طرف سے حملہ کر رہا ہے۔ اب جبکہ وہ خود دنیا میں ان حملوں کا جواب دینے کے لئے موجود نہیں ہیں۔ میں

نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے سچی محبت رکھنے والے اس صحابی سے سوگنا زیادہ جوش سے بلکہ ہزار گنا زیادہ جوش سے یہ کیوں نہیں کہیں گے کہ یارسول اللہ آپ ہمارے اندر موجود نہیں ہیں۔ مگر آپ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والا آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یارسول اللہ ہم اپنی عزت و ناموس کو قربان کردیں گے ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے آپ کے آگے بھی لڑیں گے۔ آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور یارسول اللہ جب تک دشمن ہماری عزت و ناموس کو کچلتا ہوا نہیں گذرے گا آپ کی عزت و ناموس تک وہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ہم میں سے ہر شخص کے دل سے یہ آواز نہیں نکلتی۔ اگر ہم میں سے ہر شخص حنین کے غزوہ کی طرح دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے آپ کی طرف نہیں دوڑتا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے اندر ایمان کا ایک شمہ بھی پایا جاتا ہے۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر جب اسلامی لشکر میں انتشار پیدا ہوگیا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا۔ عباس آواز دو کہ اے انصار۔ اے بیعت رضوان میں شامل ہونے والے لوگو خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے صحابہ کہتے ہیں جب یہ آواز ہمارے کانوں میں پہنچی۔ تو ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے گھوڑے میدان جنگ سے بھاگے چلے جارہے تھے۔ ہم انہیں روکتے تھے مگر وہ رکتے نہ تھے۔ ہم اونٹوں کو موڑتے تھے مگر وہ مڑتے نہ تھے۔ جب ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے انصار خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ تو جن کی سواریاں مڑ سکیں انہوں نے اپنے پورے زور سے سواریاں موڑلیں۔ اور جن کی سواریاں نہ مڑیں۔ انہوں نے تلواریں نکال کر اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنیں کاٹ دیں اور لبیک یارسول اللہ لبیک کہتے ہوئے پیدل ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔

جب تک ہم یہی نمونہ نہیں دکھاتے۔ جو غزوہ حنین کے موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے جواب میں صحابہ کرام نے دکھایا۔ جب تک روحانی طور پر اس نظارہ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے یہی آواز ہماری روح سے نہیں نکلتی۔ کہ لبیک یارسول اللہ لبیک ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اپنے ایمان کا کوئی ثبوت پیش کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم کہیں یارسول اللہ ہم ان حملوں کے دفاع کے لئے حاضر ہیں۔ اسی جوش اور اسی اخلاص کے ساتھ حاضر ہیں جو صحابہؓ نے دکھایا۔ بلکہ ان کے جوش اور اخلاص سے بھی بڑھ کر ہم اپنے جذبات عقیدت کا اظہار آپ کی خدمت میں کرتے ہیں یارسول اللہ ہماری عزت و ناموس آپ کی عزت و ناموس پر قربان۔ ہماری عزتیں پہلے قربان ہوں گی۔ ہمارا ناموس پہلے کچلا جائے گا اور دشمن آپ کی عزت و ناموس تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک وہ ہماری عزت و ناموس کو کچل کر نہیں گزرتا۔

بے شک ان حملوں کے دفاع کے لئے تلوار ہمارے پاس نہیں۔ مگر تلوار سے کب لوگوں کے دلوں کو تسکین ہوسکتی ہے مسلمانوں نے تلوار استعمال کی اور سپین کھودیا۔ آج ہم قرآن استعمال کریں گے اور پھر خدا کے فضل سے سپین کو واپس لیں گے۔ مسلمانوں نے سپین کس طرح کھویا کہ جب اسلامی حکومت کا زمانہ ممتد ہوگیا اور عیسائیوں نے دیکھا مسلمانوں کے خلاف کسی طرح عیسائی قوم میں جوش پیدا نہیں ہوتا تو انہوں نے مشورہ کرکے یہ تدبیر کی کہ بعض عیسائیوں کو جامعہ مسجد میں بھجوادیتے اور جب خطیب تقریر کررہا ہوتا تو وہ کھڑے ہوکر ناشائستہ الفاظ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن اور اسلام کے متعلق استعمال کرنا شروع کر دیتے جس پر جوشیلے مسلمان انہیں وہیں قتل کر دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب یکے بعد دیگرے کئی عیسائی قتل ہونے شروع ہو گئے تو سارے عیسائیوں میں جوش پیدا ہو گیا وہ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا اگر مسلمان عیسائیوں کی اس تدبیر کے مقابلہ میں دانائی سے کام لیتے اگر وہ عیسائیوں کو قتل کرنے کی بجائے اپنے آپ پر ماتم کرتے کہ ہم نے آٹھ سو سال اس ملک پر حکومت کر کے بھی یہاں کے رہنے والوں کو مسلمان نہیں کیا۔ ہم عمارتوں کی تکمیل میں تو لگے رہے ہم سر بفلک محلات تیار کرنے میں تو مشغول رہے۔ ہم اپنی عزتوں کے قائم کرنے میں تو مصروف رہے مگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج عیسائی ہمارے مونہہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہے ہیں اور پھر بجائے تلوار سے اُن لوگوں کو قتل کرنے کے اُن سے کہتے کہ بیشک تم نے سخت کلامی کی ہے۔ مگر چونکہ ہمارے آقا کی یہی تعلیم ہے کہ ہم دشمن سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ اس لئے ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے تو عیسائیوں کی ساری سکیم دھری کی دھری رہ جاتی اور اسلام کو سپین میں ایک نئی زندگی حاصل ہوتی مگر انہوں نے اپنی طاقت اور اپنی حکومت کے گھمنڈ میں یہ سمجھا کہ تلوار سے اُن کو کامیابی ہو جائے گی۔ حالانکہ یہاں دلوں کو فتح کرنے کا سوال تھا اور دلوں کو فتح کرنے کے لئے تلواریں کام نہیں دے سکتیں۔ غرض اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ دشمن جب کہ چاروں طرف سے حملہ کر رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین ان حملوں کے دفاع کے لئے آگے بڑھیں۔ وہ اپنے وطنوں کی محبت کو بھول جائیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں کی محبت کو بھول جائیں۔ وہ اپنی عزت اور اپنے مناصب اپنے آرام اور اپنی سہولت کو مدنظر نہ رکھیں۔ بلکہ جہاں ضرورت ہو۔ جہاں اسلام کے قلعہ پر حملہ ہو رہا ہو یا جہاں دشمن کے قلعہ پر کامیاب حملہ کیا جا سکتا ہو۔ وہاں جائیں۔ اور اپنی زندگیاں اور اپنے اوقات اسلام کی ترقی اور اُس کی عظمت کے لئے قربان کر دیں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ آج ہمارے ایمانوں کے امتحان کا وقت ہے۔ پہلے لوگ آئے اور جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی حفاظت کا سوال تھا۔ وہاں انہوں نے اپنی جانوں کو قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے۔ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی حفاظت کا سوال نہیں بلکہ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کے ناموس کی حفاظت کا سوال ہے۔ پس آج ہر سچے مومن کا فرض ہے کہ وہ دشمن کے اس چیلنج کو قبول کرے اور اسے کہے کہ باوجود تمہاری طاقت اور قوت کے اور باوجود تمہاری شوکت کے مَیں تمہاری حقیقت ایک پر پشہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننگ و ناموس پر حملہ کرو گے۔ تو پہلے تمہیں میرے ننگ و ناموس کو چاک کرنا پڑے گا۔ ہر شخص جس کے دل میں یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا اُسے ایمان کامل حاصل نہیں بلکہ مَیں کہتا ہوں اسے ایمان ناقص بھی حاصل نہیں کیونکہ محبت کا ایک ادنیٰ جذبہ بھی انسان کو بیتاب کر دیتا ہے"۔

(الفضل ۲۷ فروری ۱۹۴۵ء)

وقف جدید کو آپ کی ضرورت ہے

(مرسلہ: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

تقسیم ہندوستان کے بعد لاکھوں خاندانوں کو اپنا گھر بار عزیز رشتہ دار اور برادری کو چھوڑ کر ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ یہاں رہائش پذیر ہونے اور اپنے آپ کو اس ماحول میں ڈھالنے کے لئے بہت سے مسائل کا سامنا تھا۔ جس میں ایک بنیادی مسئلہ دینی تعلیم وتربیت بھی تھا۔ اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے احمدیوں کو مذہبی روحانی اور اخلاقی اقدار کو دین حق کے معیار کے مطابق بلند تر کرتے چلے جانے کی سکیم کو وقف جدید کے نام سے حضرت مصلح موعود نے جاری فرمایا۔ اور ان علاقوں میں جو تعلیم کی کمی یا مرکز کی آنکھ سے اوجھل ہونے کے باعث مرور زمانہ کا شکار ہونے کا زیادہ خطرہ رکھتے ہیں ان کی نگرانی اور تعلیم وتربیت کا ایسا عمدہ اور مستقل انتظام کیا جائے کہ ان میں روحانی زندگی کو نہ صرف برقرار رکھنے کی اہلیت پیدا ہو جائے بلکہ اس زندگی میں نمو اور افزائش بھی ہو۔ حضرت مسیح موعود کی روحانی اولاد ایسے ہرے بھرے شاداب باغوں کی طرح ہو جائے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے اور فرحت دیتی ہے۔

حضرت مصلح موعود نے عیدالاضحیہ کے خطبہ میں وقف جدید کا نام لئے بغیر تعلیم وتربیت اور رُشد واصلاح کی ایک تحریک کا ذکر فرمایا۔

مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی ؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی ؒ کے نقشِ قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں............ براہِ راست میرے سامنے وقف کریں تا کہ مَیں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ (مومنوں) کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں لیکن روحا25نیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے، اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے، سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آئے اور حضرت معین الدین صاحب چشتی ؒ، حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی ؒ اور حضرت فرید الدین صاحب شکر گنج ؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے............

دیکھو ہمت والے لوگوں نے پچھلے زمانے میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ یہ دیوبند جو ہے یہ ایسے ہی لوگوں کا قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کی ہدایت کے ماتحت یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور آج سارا ہندوستان ان کے علم سے منور ہو رہا ہے۔

(الفضل ربوہ 6 رفروری 1958ء)

اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے وقف جدید کے آغاز پر فرمایا:۔

''گو یہ سکیم بہت وسیع ہے مگر میں نے خرچ کو مدنظر رکھتے ہوئے شروع میں صرف دس واقفین لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ممکن ہے بعض واقفین افریقہ سے لئے جائیں یا اور غیر ملکوں سے بھی لئے جائیں مگر بہرحال ابتداء دس واقفین سے کی جائے گی۔ اور پھر بڑھاتے بڑھاتے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی''

(الفضل ربوہ 16 رفروری 1958ء)

حضرت مصلح موعود مزید فرماتے ہیں:۔

''میں جماعت کے دوستوں کو ایک بار پھر اس وقف کی طرف توجہ دلاتا ہوں ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے...... اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مربی ایک ضلع میں مقرر ہو گیا اور وہ دورہ کرتا ہوا ہر ایک جگہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹے ٹھہرتا ہوا سارے ضلع میں پھر گیا اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمارے مربی کو ہر گھر، ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑے گا۔ اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب میری اس نئی سکیم پر عمل کیا جائے۔ اور تمام پنجاب میں بلکہ کراچی سے لے کر پشاور تک آدمی مقرر کر دیے جائیں جو اس علاقے کے لوگوں کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں۔ وہ انہیں پڑھائیں بھی اور رشد واصلاح کا کام بھی کریں''

(الفضل 11 رجنوری 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے احباب جماعت کے سامنے وقف جدید کے مقاصد واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آج میں وقف جدید کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جولائی 1957ء میں حضرت مصلح موعود نے اس مبارک الٰہی تحریک کے متعلق بعض ابتدائی باتیں جماعت کے سامنے رکھی تھیں۔ پھر 1957ء ہی میں جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں حضور نے اس کی بعض تفاصیل بیان فرمائیں۔۔۔آپ کی یہ خواہش تھی کہ یہ الٰہی تحریک درجہ بدرجہ ترقی کرتی چلی جائے اور جلد ہی ایک وقت ایسا آ جائے جب دس کی بجائے ہزاروں واقفین اس تحریک میں کام کر رہے ہوں پھر یہ واقفین صرف پاکستان سے ہی نہ ہوں بلکہ دوسرے ممالک سے بھی، افریقہ کے ممالک سے بھی، امریکہ کے ممالک سے بھی، ان کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی......

بہرحال اس وقت حضرت مصلح موعود کو یہ نظر آ رہا تھا

کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جماعت میں کم از کم ایک معلم ضرور بیٹھا دیا جائے ''

(الفضل 12/ اکتوبر 1966ء)

آپ اس سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں:-

'' میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اس طرف توجہ دے تو ہر سال پہلے سال کی نسبت دوگنی تعداد میں واقف آ سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا رہتا تو اس وقت واقفین کی تعداد 5000 کے قریب پہنچ چکی ہوتی.......... جماعتیں پکار رہی ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم میں احمدیت قائم رہے تو ہمیں مستقل واقف دو ''

(الفضل 12/ اکتوبر 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کے سال نو 2006ء کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:-

'' اب زمانہ ہے کہ ہر گاؤں میں، ہر قصبہ میں، ہر شہر میں اور وہاں کی ہر (بیت الذکر) میں ہمارا مربی اور معلم ہونا چاہیے۔ اب اس کے لئے بہر حال...... جماعت کے افراد کو اپنی قربانیاں کرنی پڑیں گی اپنے بچوں کی قربانیاں کرنی پڑیں گی کہ ان کو اس کام کے لئے پیش کریں وقف کریں اور یہ سب ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی قائم ہوں...... آئندہ سالوں میں...... واقفین نو بھی میدان عمل میں آ جائیں گے لیکن جو ان کی تعداد ہے وہ بھی یہ ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ یہ کام وسیع طور پر ہمیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آدمیوں کی ضرورت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ پر چلنے والے معلمین ہمیں مہیا فرماتا رہے ''......

(الفضل انٹرنیشنل لندن 27/ جنوری 2006ء)

پس وقف جدید کو ضرورت ہے ایسے ذی ہوش مخلص، تعلیم یافتہ، جذبہ دین سے سرشار واقفین زندگی جو دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے دنیا کی دولتوں اور آسائشوں کو ٹھکرا کر محض خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسی درویشانہ زندگی قبول کرنے کے لئے تیار ہوں جو آسودگی سے خالی ہے اور دنیاوی لحاظ سے کئی قسم کی مشکلات سے گھری ہوئی ہے۔ ایسے واقفین جب دنیا سے بظاہر بہتر اور ترقی کے مواقع کو ترک کر کے عمداً غربت کی زندگی اپنے اوپر وارد کریں گے تو بعید نہیں کہ انہیں میں سے وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت معین الدین چشتی، حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت سید احمد بریلوی، مولوی محمد قاسم نانوتوی پیدا ہوں جن کی حضرت مصلح موعود کو تلاش تھی۔ اس وقت دنیا کو ایسے ہی وجودوں کی بیسیوں نہیں، سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ضرورت ہے۔

جب بھی آتا ہے مرا نام ترے نام کے ساتھ

گرمیٔ حسرت ناکام سے جَل جاتے ہیں
ہم چراغوں کی طرح شام سے جَل جاتے ہیں

شمع جس آگ سے جلتی ہے نمائش کے لئے
ہم اُسی آگ میں گمنام سے جَل جاتے ہیں

خود نمائی تو نہیں شیوۂ اربابِ وفا
جن کو جلنا ہو وہ آرام سے جل جاتے ہیں

بچ نکلتے ہیں اگر آتشِ سیّال سے ہم
شعلۂ عارضِ گلفام سے جل جاتے ہیں

جب بھی آتا ہے مرا نام ترے نام کے ساتھ
جانے کیوں لوگ مرے نام سے جَل جاتے ہیں

(قتیل شفائی)

فیفا ورلڈ کپ ٹورنامنٹ (فائنلز)

اس دفعہ فیفا ورلڈ کپ کا فائنل راؤنڈ جون جولائی 2006ء کو جرمنی میں ہورہا ہے۔

(مکرم فؤاد احمد صاحب/مکرم صباحت احمد چیمہ صاحب)

فٹبال کی دنیا کا سب سے بڑا مقابلہ Fifa World Cup ہے۔ جسے فٹبال ورلڈ کپ، ساکر (Soccer) ورلڈ کپ یا صرف ورلڈ کپ بھی کہتے ہیں۔ Fifa مخفف ہے Federation International de Football Association کا۔ ان مقابلوں میں فیفا کے ممبر ممالک کی قومی ٹیمیں حصہ لیتی ہیں۔ 1930ء سے لے کر ہر چار سال بعد یہ مقابلے ہو رہے ہیں۔ سوائے 1942ء اور 1946ء کے جب جنگ عظیم دوم کی وجہ سے یہ مقابلے نہیں ہوئے۔

فائنل مقابلے تو چار ہفتوں میں ہوتے ہیں لیکن ابتدائی راؤنڈز تقریباً تین سال جاری رہتے ہیں۔ ان "Finals" میں 32 ٹیمیں حصہ لیتی ہیں۔ اب تک ہونے والے سترہ ٹورنامنٹس میں صرف سات ممالک نے ورلڈ کپ جیتے ہیں۔ ان میں سے برازیل 5 دفعہ جیت کر سرفہرست ہے۔ جب کہ جرمنی اور اٹلی 3،3 دفعہ یہ اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ امسال یہ ورلڈ کپ جرمنی میں 9 / جون سے 9 / جولائی تک ہوگا۔

پہلا عالمی فٹبال میچ انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ کے درمیان 1872ء میں کھیلا گیا۔ اس وقت تک یہ کھیل برطانیہ سے باہر معروف نہ تھا۔ جب اس کھیل کی شہرت میں اضافہ ہوا تو 1900ء، 1904ء اور 1906ء کی Summer Olympics میں اس کے نمائشی میچ ہوئے اور 1908ء میں اسے باقاعدہ مقابلے کی حیثیت سے شامل کرلیا گیا۔

ان کا انتظام انگلینڈ کی فٹبال ایسوسی ایشن کرتی تھی اور اس میں صرف فٹبال کے amateurs حصہ لیتے تھے۔ 1908ء اور 1912ء میں انگلینڈ کی ٹیم یہ مقابلے جیتی۔ اولمپکس کے علاوہ سر ٹامس لپٹن نے 1909ء میں Turin, Italy میں Sir Thomas Lipton Trophy کا انعقاد کیا۔ اسے پہلا ورلڈ کپ بھی کہا جاتا ہے اور اس میں اٹلی، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے مشہور Professional Clubs نے حصہ لیا۔ 1909ء اور 1911ء میں یہ ٹرافی West Auckland نے جیتی اور حسب قواعد انہیں یہ ٹرافی ہمیشہ کے لئے دے دی گئی۔

1914ء میں Fifa نے اولمپک ٹورنامنٹ کو World Football Championship For Amateurs کے طور پر تسلیم کرلیا اور اس کے انعقاد کا ذمہ لے لیا۔ Uruguay نے یہ ٹورنامنٹ جیتا اور 1928 میں دوبارہ یہ اعزاز حاصل کیا۔ 28 / مئی 1928 کو فیفا نے اپنا علیحدہ عالمی ٹورنامنٹ منعقد کروانے کا فیصلہ کیا اور یوں پہلی دفعہ 1930 میں یوراگوئے میں یہ مقابلے ہوئے۔

1932ء کے اولمپکس جو لاس اینجلس (امریکہ) میں ہوئے ان میں فٹبال کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ امریکہ میں اس وقت فٹبال مقبول نہیں تھا۔ چنانچہ فیفا کے صدر کی کوششوں کے نتیجہ میں Uruguay میں یہ ٹورنامنٹ ہوا۔ جس میں تیرہ ممالک نے حصہ لیا۔

- ورلڈ کپ کے پہلے دو میچ فرانس اور امریکہ نے جیتے۔
- ورلڈ کپ کا پہلا گول فرانس کے Lucien Laurent نے کیا۔
- پہلی ہیٹرک امریکہ کے Bert Patenaude نے کی۔
- پہلا ورلڈ کپ Uruguay نے Argentina کو 2-4 سے ہرا کر جیتا۔ 93,000 لوگوں نے یہ مقابلہ دیکھا۔

1930 سے 1970 تک جیتنے والی ٹیم کو Jules Rimet Trophy دی جاتی رہی۔ شروع میں اس ٹرافی کا نام World Cup یا Coupe du Monde تھا۔ لیکن 1946ء میں فیفا کے صدر کے نام سے اسے منسوب کر دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے پہلا ٹورنامنٹ کروایا تھا۔

1970ء میں برازیل کو یہ ٹرافی مستقل طور پر دے دی گئی۔ کیونکہ اس نے تین دفعہ مسلسل ٹورنامنٹ جیتا تھا۔ لیکن 1983ء میں یہ ٹرافی چوری ہوگئی اور آج تک نہیں ملی۔ 1970ء میں نئی ٹرافی ڈیزائن کی گئی اور اسے فیفا ورلڈ کپ ٹرافی کا نام دیا گیا۔ اور یہ مستقل طور پر نہیں دی جاتی۔ خواہ کوئی ملک کتنی ہی بار ورلڈ کپ جیتا ہو۔ ارجنٹائن، جرمنی اور برازیل اس ٹرافی کو دو دو بار جیت چکے ہیں۔ موجودہ ٹرافی 2038ء تک چلے گی۔

1934ء کے دوسرے ورلڈ کپ کے بعد سے Finals میں ٹیموں کی تعداد محدود کرنے کے لئے ابتدائی راؤنڈز کا آغاز ہوا۔ یہ مقابلے فیفا کے چھ براعظمی حلقوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ یہ چھ حلقے مندرجہ ذیل ہیں۔ ایشیا، افریقہ، شمالی اور وسطی امریکہ و Caribbean، جنوبی امریکہ، Oceania اور یورپ۔

یہ مقابلے تین سال تک ہوتے رہتے ہیں۔ 1938ء کے ورلڈ کپ کے بعد سے یہ امر طے شدہ ہے کہ میزبان ملک کو لازماً فائنلز میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ اعزاز اوائل میں دفاعی چیمپین کو بھی ملتا تھا۔ مگر 2006ء کے بعد سے چیمپین کو بھی کوالیفائی کرنا پڑے گا۔

فائنلز میں 32 قومی ٹیمیں ایک ماہ تک Group Stage اور پھر Knockout Stage پر مقابلے کرتی ہیں۔ پہلے Stage میں ٹیمیں چار چار ٹیموں کے آٹھ گروپس میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہر گروپ کی پہلی ٹیم کو منتخب کیا جاتا ہے جبکہ باقی تین کو قرعہ ڈال کر چنا جاتا ہے۔ جیتنے والی ٹیم کو تین پوائنٹس، برابر ہونے پر دونوں ٹیموں کو ایک ایک، اور ہارنے پر صفر پوائنٹس ملتے ہیں۔ ہر گروپ سے دو بہترین ٹیمیں Knockout Stage میں جاتی ہیں۔

اس سٹیج میں پوائنٹس نہیں ہوتے بلکہ ایک ٹیم کو فاتح قرار دیا جاتا ہے۔ خواہ اس کے لئے زائد وقت یا Penalty Shootouts دینے پڑیں۔ اس کے بعد کوارٹر فائنلز، سیمی فائنلز اور فائنل میچ ہوتے ہیں۔ سیمی فائنلز ہارنے والی ٹیموں کا آپس میں میچ کروا کر تیسری پوزیشن کا فیصلہ ہوتا ہے۔

ورلڈ کپ کو پہلی مرتبہ 1954ء میں TV پر دکھایا گیا اور اب اس کو دیکھنے والوں کی تعداد اولمپکس دیکھنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ 2002ء کے فائنل کو 1.1 بلین افراد نے دیکھا۔

فیفا کے ریکارڈ/اعداد وشمار

☆سب سے زیادہ گولوں سے فتح حاصل کرنے والی ٹیمیں:1954ء میں ہنگری نے جنوبی کوریا پر0-9 سے فتح حاصل کی۔1974ء میں یوگوسلاویہ نے زائر پر 0-9 سے فتح حاصل کی۔اسی طرح ہنگری نے 1982ء میں ایل سلواڈور پر1-10 سے فتح حاصل کی۔

☆میکسیکو کے Antonio Carbajal اور جرمنی کے Lothar Matthaus نے سب سے زیادہ ٹورنامنٹس میں حصہ لیا۔ان دونوں نے 5 ٹورنامنٹس میں شمولیت اختیار کی۔

☆جرمنی کے Lothar Matthaus نے ورلڈ کپ کے سب سے زیادہ میچز میں حصہ لیا جن کی تعداد 25 ہے۔

☆Gerd Muller (مغربی جرمنی 1970-1974) نے سب سے زیادہ گول سکور کئے۔جن کی تعداد 14 ہے۔

☆ایک ٹورنامنٹ میں سب سے زیادہ گول کرنے کا اعزاز فرانس کے Just Fontaine کے پاس ہے۔انہوں نے 1958ء کے ٹورنامنٹ میں 13 گول سکور کئے۔

☆سب سے معمر کھلاڑی کیمرون کا Roger Milla ہے۔جس نے ٹورنامنٹ میں 42 سال اور 39 دن کی عمر میں گول سکور کیا۔یہ میچ روس کے خلاف کھیلا گیا۔

فٹبال ورلڈ کپ کے ایوارڈ

Adidas Golden Shoe	پہلے اس ایوارڈ کو "Golden shoe" یا "Golden Boot" کہا جاتا تھا۔یہ 1930ء میں سب سے پہلے دیا گیا اور یہ سب سے زیادہ گول کرنے والے کھلاڑی کو دیا جاتا ہے۔
Adidas Golden Ball	یہ ایوارڈ ٹورنامنٹ کے بہترین کھلاڑی کو دیا جاتا ہے۔یہ ایوارڈ سب سے پہلے 1982ء میں دیا گیا۔
Yashin Award	سب سے بہترین گول کیپر کو یہ ایوارڈ دیا جاتا ہے۔یہ ایوارڈ 1994ء میں سب سے پہلے دیا گیا۔
Fifa Fair Play Award	یہ ایوارڈ اس ٹیم کو دیا جاتا ہے جو سب سے بہترین (Fair) کھیل پیش کرتی ہے۔یہ ایوارڈ سب سے پہلے 1978ء میں دیا گیا۔
Gillette Best Young Player	یہ ایوارڈ اس بہترین کھلاڑی کو دیا جاتا ہے جس کی عمر کیلنڈر سال کے آغاز پر 21 سال سے کم ہو۔یہ ایوارڈ 2006ء میں پہلی مرتبہ دیا جائے گا۔

(یہ مضمون Wikipedia اور fifa کی آفیشل سائٹ سے ماخوذ ہے)

فیفا ورلڈ کپ ٹورنامنٹ سال بہ سال کارکردگی

سال	میزبان ملک	ونر	گول	رنراپ
1930	یوراگوئے	یوراگوئے	4-2	ارجنٹینا
1934	اٹلی	اٹلی	2-1	چیکوسلواکیہ
1938	فرانس	اٹلی	4-2	ہنگری
1950	برازیل	یوراگوئے		برازیل
1954	سوئٹزرلینڈ	مغربی جرمنی	3-2	ہنگری
1958	سویڈن	برازیل	5-2	سویڈن
1962	چلی	برازیل	3-1	چیکوسلواکیہ
1966	انگلینڈ	انگلینڈ	4-2	مغربی جرمنی
1970	میکسیکو	برازیل	4-1	اٹلی
1974	مغربی جرمنی	مغربی جرمنی	2-1	ہالینڈ
1978	ارجنٹینا	ارجنٹینا	3-1	ہالینڈ
1982	سپین	اٹلی	3-1	مغربی جرمنی
1986	میکسیکو	ارجنٹینا	3-2	مغربی جرمنی
1990	اٹلی	مغربی جرمنی	1-0	ارجنٹینا
1994	امریکا	برازیل	3-2	اٹلی
1998	فرانس	فرانس	3-0	جرمنی
2002	جنوبی کوریا جاپان	برازیل	2-0	جرمنی

(یہ مضمون Wikipedia اور fifa کی آفیشل سائٹ سے ماخوذ ہے)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں

یہ مسائل تصوّف

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کے اشعار کی لطیف تشریح

(مکرم فرخ شاد صاحب)

اٹھیے! بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲ دسمبر ۱۹۸۳ء کو بعد نمازِ عصر بیت مبارک میں دو نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ ان میں سے ایک نکاح حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہنوئی میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے بیٹے کا مکرم سید عبداللہ شاہ صاحب کی بیٹی کے ساتھ تھا۔

حضور رحمہ اللہ نے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:-

''ہمارے دولہا بھائی میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے والد پروفیسر علی احمد صاحب بھی بڑے بزرگ (رفقاء) میں سے تھے۔

بعض دفعہ ہم سندھ جا کر اپنی ہمشیرہ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے یہ ان دنوں کی بات ہے جب میاں عبدالرحیم احمد صاحب سندھ کی زمینوں کے انچارج تھے ان کے ابا جان بھی وہاں ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمیشہ صبح کی نماز کے وقت بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے ان کی آواز ہمیں جگایا کرتی تھی اور مجھے یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ وہ غالبؔ کا یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے۔

اُٹھیے بس اب کہ لذّتِ خوابِ سحر گئی

اور اس طرح وہ اردگرد پھرتے رہتے تھے اور جب تک بچوں کو جاگ نہیں آ جاتی تھی یہی مصرعہ بار بار دُہرایا کرتے تھے۔ اس شعر کا پہلا مصرعہ تو نہیں پڑھتے تھے جس میں بادہ شبانہ کی سرمستیوں کا ذکر ہے۔ وہ تو تھی نہیں مگر لذتِ خوابِ سحر کے گزر جانے کا ذکر ضروری کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بڑی پیار کرنے والی طبیعت پائی تھی۔ بچوں کی بڑی محبت سے تربیت کیا کرتے تھے۔''

(الفضل ۵ فروری ۱۹۸۴ء)

سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ۳۰/ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو اختتامی خطاب میں حضورؒ نے فرمایا:-

''دین میں خدا نے جبر نہیں رکھا۔ جس کی خواہش ہے اور جو چاہتا ہے وہ ہدایت پا جائے گا، جو نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ اس کو زبردستی ہدایت نہیں دے گا۔ اس سے

معلوم یہ ہوا کہ ہمارے بس میں تو کچھ بھی نہیں۔ یہ تو خدا کا کام ہے اور ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں۔ جو لوگ نہیں چاہتے اگر ہم عاجزانہ دعائیں کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو بھی بدل سکتا ہے اور وہ اپنے رحم اور شفقت کے ساتھ زیادہ لوگوں کو ہدایت دینے کا فیصلہ فرما سکتا ہے۔ کچھ لوگ بے اعتنائی کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ تو نہیں کہ ہم بھی ان سے بے اعتنائی کریں ایسی صورت حال پر ہی تو غالبؔ کا یہ شعر چسپاں ہوتا ہے۔

بہرہ ہوں مَیں تو چاہیے دُونا ہو التفات
سنتا نہیں ہوں بات مکرّر کہے بغیر

کہ میں بہرہ ہوں چلو ٹھیک ہے لیکن دستور تو یہ ہے کہ بہروں سے بار بار بات کی جاتی ہے۔ مکرّر بات کی جاتی ہے اور اونچی آواز میں بات کی جاتی ہے اس لئے میں بھی مکرر کہے بغیر سنتا نہیں۔

پس اگر ہمارے بھائیوں کا یہی سلوک ہے تو میں ان کو بتاتا ہوں کہ ہم اپنی بات مکرّر اور مکرّر اور مکرّر کہتے ہی چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ خدا ہمارے دِلوں کی کیفیت کو بھانپے گا اور ہم پر رحم فرمائے گا اور ان کو سننے کے کان عطا فرمائے گا اور ہماری باتیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ پس دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ

دے اور دل ان کو جو نہ دے ہم کو زباں اور

اگر ہمارے کہنے میں کچھ کمزوریاں رہ گئیں ہیں تو ان کمزوریوں کو دور فرمائے۔ اگر ان کے دلوں کے زنگ حائل ہیں تو ان کے دلوں کے زنگ دور فرمائے ہم نے تو یہ بات سنا کے چھوڑنی ہے اور پہنچا کے چھوڑنی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہم وہ قوم نہیں ہیں جن کی سرشت میں ناکامی کا خمیر ہوتا ہے۔ ہم صاحب عزم لوگوں کی اولاد ہیں اور صاحب عزم سرداروں کے غلام ہیں۔ اس لئے عزم اور ہمت کی اس چٹان پر قائم ہیں جس کو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔''

(الفضل ۱۳ فروری ۱۹۸۴ء)

محرم نہیں ہے تُو ہی نواہائے راز کا

۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء کو بیت اقصیٰ میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا:-

''اہل عقل و دانش وہ لوگ ہیں جو اپنے ربّ کو یاد کرتے ہیں دن کو بھی اور رات کو بھی۔ کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور جب وہ رات کو کروٹیں بدل رہے ہوتے ہیں تب بھی اللہ کی محبت ان پر غلبہ پا لیتی ہے اور وہ ان کے سارے وجود پر حاوی ہو چکی ہوتی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر غور کرتے ہیں تو پھر انہیں نظر آتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اُولِی الْاَلْبَاب وہ ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کرتے ہیں اور اس

غور کے نتیجہ میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ آپ کو ایسا کوئی آدمی دنیا میں نظر نہیں آئے گا۔

اللہ کو یاد کرنے والے جب غور کرتے ہیں تو پھر ان کے دل اس کے پیار اور اس کی خوشبو سے مہک اٹھتے ہیں۔ پھر انہیں ہر بات میں خدا کا ہاتھ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے اور جو اپنی طاقت سے دنیا کی تلاش کرتے ہیں تو ان کے لئے ہر چیز جو وہ معلوم کرتے ہیں ایک پردہ ہوتی ہے اور پردے سے پیچھے پردہ اٹھاتے چلے جاتے ہیں اور آگے پردے ہی رہتے ہیں۔ ان غور کرنے والوں سے تو بہتر غالب کا غور تھا جو یہ کہتا ہے

محرم نہیں ہے تُو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

کہ اے اللہ! کائنات کے رازوں کا صرف تو ہی محرم نہیں ہے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ تو نے جو پردے ڈالے ہوئے ہیں وہ تو ساز کے پردے ہیں اور ہر پردہ سے تیرے نغمے اٹھتے ہیں۔

یعنی جب مومن غور کرے تو اسے ہر پردہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے اٹھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، وہ ساز کا پردہ بن جاتا ہے اور جب دنیا والا غور کرتا ہے تو اس کا غور اور اس کی نظر ان پردوں سے ٹکرا کر واپس آتی رہتی ہے اور اس کو کچھ اور نظر نہیں آتا۔"

(الفضل ۲۴ مارچ ۱۹۸۴ء)

اُن پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ ستمبر ۱۹۸۷ء میں جماعت کو عظیم مقاصد کے حصول کے لئے اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:-

"یکجہتی بہت ضروری ہے۔ ہم نے جو کام کرنے ہیں وہ ہماری موجودہ مادی طاقت سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اگر ہم سارے ایک طرف رخ کر لیں تو محض مادی طاقت کے اجتماع کے نتیجہ میں بالعموم جو قوت حاصل ہوا کرتی ہے۔ اُنہیں اس سے کہیں بڑھ کر قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس غیر معمولی قوت کو قرآنی اصطلاح میں ریح کہا جاتا ہے اور سائنسی اصطلاح میں اس کے لئے مقناطیس کا لفظ استعمال ہوتا ہے.....

آپ کو بار بار فرمایا گیا ہے کہ ایک طرف رُخ کرو تمہارے اندر ایک عظیم روح پیدا ہو جائے گی۔ تو آپ کیوں وہ طاقت حاصل نہیں کرتے۔ آپ کی انفرادی طاقت کا مجموعہ خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اس اصل پر اگر عمل کرنے لگ جائیں تو آپ کے اندر اتنی غیر معمولی قوتِ جاذبہ پیدا ہو جائے گی کہ پھر تو آنے والوں کا یہ حال ہوگا۔

مَیں بلاتا تو ہوں ان کو مگر اے جذبۂ دل!
اُن پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

پس دوست اگر اپنے اندر یہ مقناطیسی قوت پیدا

کر لیں تو لوگوں کے لئے کوئی چارہ نہیں رہے گا سوائے اس کے کہ آپ کے پاس آئیں آپ میں شامل ہوتے چلے جائیں۔ خدا کرے کہ جلد تر یہ قوت ہمیں نصیب ہو جائے۔''

(ضمیمہ ماہنامہ ''خالد'' جولائی ۱۹۸۸ء)

ذکر اُسی پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء کے خطبہ جمعہ میں محبت الٰہی کے حصول کا آسان ترین ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

''محبت الٰہی کے حصول کے جتنے بھی ذرائع سوچے جاسکتے ہیں ان میں سب سے زیادہ آسان ذریعہ یہی ہے کہ کسی ایسے آدمی کی زبان میں خدا کا ذکر کیا جائے جس نے خدا سے سچی محبت کی ہو۔ چنانچہ اس پہلو سے جب ہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ایسے ارشادات ملتے ہیں جن کو سن کر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ وہ سچی محبت ہے جو عمل کو دعوت دیتی ہے۔

یہ کوئی فرضی محبت نہیں جس کے نتیجہ میں عمل پیدا نہ ہو۔ یہ ایسا مضمون ہے جو ان لوگوں کو بھی سمجھ آجاتا ہے جو صرف دنیا کی محبت پر غور کرتے ہیں۔ غالبؔ کا یہ شعر اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر، جو تھا راز داں اپنا

یعنی میں نے محبت میں کسی کو اپنا راز داں بنایا تھا لیکن اُس نہایت ہی حسین پری چہرہ کا ذکر ہوا اور وہ بھی غالبؔ کی زبان میں ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سننے والا بھی اس پر عاشق نہ ہو جائے۔ چنانچہ غالبؔ کہتا ہے وہ جسے میں نے اپنا راز داں بنایا تھا وہی میرا رقیب بن گیا۔

یہ تو محض دنیا کی محبت کا ذکر ہے۔ جہاں تک محبتِ الٰہی کا تعلق ہے حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ کا عاشق تو دنیا میں کوئی سوچا ہی نہیں جاسکتا اور پھر خدا کی محبت کا ذکر بھی آپ کی زبان مبارک سے ہو جس کی فصاحت و بلاغت کا معیار قرآن کریم کے بعد سب سے بلند ہو تو اس سے لازماً سننے والوں کے دل میں بے اختیار اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔''

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۸۹ء)

دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء میں فرمایا:-

''اکثر بوڑھوں کو آپ عبادت کرتے ہوئے دیکھیں گے کیونکہ دنیا کی اکثر لذتیں ان کے لئے ویسے ہی ختم ہو چکی ہوتی ہیں اس لئے وہ سوچتے ہیں کہ خالی بیٹھ کے جو بور ہونا ہے اور بقیہ زندگی بڑے کڑے حال میں جو گزارنی ہے تو کیوں نہ پھر عبادت ہی کی جائے تو وہ کہتے ہیں۔

دمِ واپسیں بر سرِ راہ ہے
عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے

یعنی خدا صرف واپسی کے لئے رہ گیا ہے۔ اس سے پہلے خدا کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا۔ خدا کو یاد رکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی مضمون کو کھولتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دم واپسیں کے احساس پر اللہ تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا، خدا تو آغازِ سفر کا خدا ہے۔ اگر تم اُس وقت اس کے دامن کو پکڑو گے یعنی اس کے احکام کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں پھر واپسی کے وقت تک کبھی نہیں چھوڑے گا، پھر تمہارا دمِ واپسیں مقبول ہوگا۔

اس لئے وہ لوگ جو جوانی میں خدا کی عبادت کے گُر سیکھتے ہیں اور خدا کی عبادت بجالاتے ہیں اور وفا کے ساتھ اس عبادت پر قائم رہتے ہیں دمِ واپسیں تو کیا خدا قیامت کے دن تک ان کو یاد رکھتا ہے اور اس وقت جب کوئی اور سایہ میسر نہیں آئے گا خدا اپنی رحمت کے سایہ میں اُن کو جگہ دے گا۔ یہ حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ نصیحت ہے جس کے ذریعہ آپ گھونٹ گھونٹ اور جرعہ جرعہ اللہ تعالیٰ کی محبت پلائے چلے جاتے ہیں۔"

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۸۹ء)

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں آنے والے سیلاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"جو ذکر بھی سیلابوں کا ملتا ہے اتنا خوفناک سیلاب کبھی اس سے پہلے نہیں آیا لیکن اس وقت میرا موضوع یہ سیلاب نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے پہلے فقرے میں یہ کہا کہ بظاہر میرے مضمون کا تعلق اس سیلاب سے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے سیلاب آتے بھی ہیں اور چلے بھی جاتے ہیں لیکن یہ سیلاب بعض علامتیں ہیں اور بعض امور کی طرف متوجہ کرنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ (ایمان والے۔ ناقل) کا کام ہے کہ جس طرف انگلی اشارہ کر رہی ہو اس طرف دیکھے اور محض انگلی پر نظر جما کر نہ بیٹھ جائے۔ غالبؔ نے خوب کہا ہے

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

اس لئے جن کی نگاہیں سیلاب تک آکر ٹھہر گئی ہیں وہ بچوں کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ ان سیلابوں کا خصوصاً ان سیلابوں کا جو محض حادثاتی عوامل کا نتیجہ نہ ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کی غضب کی تقدیر کو ظاہر کرنے والے ہوں ایک پس منظر ہوا کرتا ہے اور اس پس منظر میں آپ کو گناہوں کا ایک سیلاب دکھائی دے گا۔ پس خدا کی تقدیر جو کبھی ظلم نہیں کرتی دراصل اس سیلاب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایسی ظاہری آفات کو پیدا کرنے کے سامان فرمایا کرتی ہے۔"

(الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۸۹ء)

پیرا میڈیکل کورسز کے بارہ میں معلومات

(مکرم شمیم پرویز صاحب۔ نائب وکیل وقف نو)

کسی اچھے ہسپتال یا میڈیکل ادارہ کی کامیابی میں خداتعالیٰ کے فضل کے ساتھ ساتھ جہاں ڈاکٹرز کی قابلیت اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں اس ادارہ کے شعبۂ نرسنگ اور پیرا میڈیکل سٹاف کی مہارت کا بھی خاصا دخل ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ طلباء کی بہت کم تعداد ان شعبہ جات کی طرف توجہ کرتی ہے ایسے طلباء جو میڈیکل کے شعبہ کی طرف ذہنی رجحان رکھتے ہوں لیکن ڈاکٹرز نہ بن سکیں وہ ان شعبہ جات میں جا کر بھی جماعت کی خدمت کر سکتے ہیں کیونکہ جماعت کو اپنے مختلف ہسپتالوں کے لئے اس شعبہ میں خاصی تعداد کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں بغرض رہنمائی چند معلومات درج ذیل سطور میں پیش ہیں۔

(1)۔ کورسز: پیرامیڈیکل کے مندرجہ ذیل کورسز ہیں

☆ ڈسپنسر ☆ لیبارٹری اسسٹنٹ ☆ لیبارٹری ٹیکنیشن ☆ ریڈیوگرافر ☆ آپریشن تھیٹر اسسٹنٹ ☆ ڈائیٹیشن (Dietition)

(2)۔ دورانیہ ٹریننگ

ان کورسز کے لئے ٹریننگ کا دورانیہ مختلف ہے۔ تاہم کسی بھی کورس کے لئے زیادہ سے زیادہ دورانیہ تین سال ہے۔

(3)۔ مطلوبہ تعلیمی معیار

میٹرک سائنس کے ساتھ۔ حاصل کردہ نمبر کم از کم 50 فیصد۔

(4)۔ مطلوبہ عمر

عمر 33 سال سے کم ہونی چاہیے

(5)۔ فیس

زیادہ تر ادارہ جات 1100 روپے ماہانہ فیس لے رہے ہیں۔

(6) ادارہ جات

تمام ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال۔ تمام ٹیچنگ ہسپتال (جن میں میڈیکل کالج ہوں) گورنمنٹ پیرا میڈیکل سکول بہاولپور۔ انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ لاہور۔ ڈینٹل کالج لاہور۔

مندرجہ بالا سرکاری ادارہ جات کے علاوہ بعض پرائیویٹ ادارے بھی یہ کورسز کرواتے ہیں۔ لاہور میں ایسے 5 ادارہ جات ہیں۔ جن میں سے ACE اور TIME زیادہ بہتر شہرت رکھتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں بھی ایک پرائیویٹ ادارہ جناح پیرامیڈیکل کالج ہے۔ فیصل آباد میں بھی حال ہی میں ایک نیا پیرامیڈیکل کالج کھلا ہے۔

(7) طریقہ امتحان

پیرامیڈیکل کورسز کا امتحان ہر سال پنجاب میڈیکل فیکلٹی لاہور لیتی ہے۔ یہاں سے امتحان پاس کرنے والے طلباء پورے پاکستان اور اگر بیرون ملک جانا چاہیں تو وہاں بھی قبول کئے جاتے ہیں۔

ایسے طلباء جن کا ذہنی رجحان میڈیکل کی طرف ہو۔ اور اُن کے نمبر میڈیکل کے مطلوبہ میرٹ سے کم ہوں۔ اُن کو ان شعبہ جات کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

آسٹریلیا کے قدیم باشندے

(مکرم خالد سیف اللہ خان صاحب۔ آسٹریلیا)

آسٹریلیا کا تعارف یہاں کے قدیمی باشندوں کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یہ لوگ جنہیں Aborigines کہا جاتا ہے۔کم ازکم چالیس ہزار سال سے یہاں رہ رہے ہیں۔ان کا قصہ جہاں کئی علوم کے ماہرین کے لئے دلچسپی کا حامل ہے وہاں خدا اور اس کے رسولوں کے ماننے والے بھی اس سے کئی دلچسپ نتائج اخذ کرسکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس معاملہ میں بہت دلچسپی تھی چنانچہ آپ نے اپنی کتاب Revelation, Rationality, Knowledge and Truth کے صفحات 217 تا234 میں ان قدیمی باشندوں کے مذہب اور خدا کے تصور پر خود اپنی اور دوسروں کی تحقیق درج فرمائی ہے۔سوال و جواب پروگرام منعقدہ18/نومبر 1994ء کو آپ نے ایک سوال کے جواب میں آدم کی حقیقت، اس کے ارتقائی مراحل اور آسٹریلیا کے قدیم لوگوں کے سماجی اور مذہبی حالات پر خوب روشنی ڈالی تھی۔

(روزنامہ الفضل 30 جنوری 2003ء)

موجودہ انسان کوئی ڈیڑھ دولاکھ سال قبل افریقہ سے اچانک ابھرا۔ ''اچانک'' اس لئے کہ آدمی سے مشابہ کھڑا ہونے اور چلنے والے جس جاندار سے یہ علیحدہ ہوا اس کے اعضاء اور قویٰ اس کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کے تھے اور یہ ان سے غیر معمولی طور پر افضل تھا مثلاً آدم کا دماغ اس کے دماغ سے بہت بڑا تھا۔اور عجیب بات یہ ہے کہ درمیانی منازل غائب تھیں۔ان کا کہیں نشان نہ ملا جبکہ یہ زبردست تبدیلیاں نہ پہلے کا جاندار آگے منتقل کرسکتا تھا۔ اور نہ وہ ازخود پیدا ہوسکتی تھیں۔ بہرحال انسان بہتر غذا اور ٹھکانوں کی تلاش میں افریقہ سے باہر نکلا۔سائنسدانوں کا خیال تھا کہ وہ پہلے مصر میں آیا اور پھر وہاں سے دنیا میں پھیلا لیکن حال ہی کی تحقیق جو اپنے اپنے طور پر کیمرج یونیورسٹی اور نیشنل یونیورسٹی آسٹریلیا نے کی ہے کے مطابق انسان افریقہ سے نکل کر سب سے پہلے مصر کی بجائے عرب میں آیا تھا اور وہاں سے 65ہزار سال قبل بحیرہ ہند کے ساحل کے ساتھ چلتے چلتے انڈونیشیا سے ہوتے ہوئے آسٹریلیا پہنچا اور بعد میں دوسرا گروپ (اب سے تیس چالیس ہزار سال قبل) یورپ کی طرف پھیل گیا۔اب آگے مذہب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آج سے قریباً 6155 قمری سال پہلے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے 4739 قمری سال قبل) وہ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس گروپ کے لئے مبعوث ہوئے تھے جو مکہ کے اردگرد عرب ہی میں ٹھہرا رہا تھا۔

اسی کو خدا نے عربی زبان سکھائی تھی۔ابتدائی شریعت دی۔انہیں کے لئے مکہ میں خدا کا پہلا گھر تعمیر ہوا اور چونکہ ان کی زبان عربی تھی اس لئے دنیا کی سب زبانیں اسی سے نکلیں اور جہاں سے وہ دنیا میں پھیلے تھے وہی بستی ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں کہلائی۔

یہ ابتدائی انسان دنیا کے کئی حصوں میں آباد ہوا۔ چلی

Chili میں ایسے انسان کے قدموں کے نشان ملے ہیں جو ساڑھے بارہ ہزار سال پہلے وہاں رہتا تھا۔ اور ایک جدید تحقیق یہ بھی کہتی ہے کہ چودہ ہزار سال قبل امریکہ اور برازیل میں آسٹریلیا کے Aborigines نسل کے لوگ آباد تھے جس پر آسٹریلیا کے اخباروں نے بڑے فخر سے یہ لکھا تھا کہ امریکہ کے قدیم ترین باسی تو ہم آسٹریلین تھے۔

آسٹریلیا کے ذکر میں ایک انگریز آسٹریلوی پروفیسر کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور ان کی موت احمدیت پر ہوئی۔ ان کا ذکر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی کتاب ''ذکر حبیب'' کے صفحات ۴۰۹ تا ۴۲۲ میں کیا ہے ان کا اسم گرامی پروفیسر کلیمنٹ ریگ (Prof. Clement Wraig) تھا۔ آپ ایک مشہور سیاح، ہیئت دان اور لیکچرر تھے۔ آپ کا اصلی وطن انگلستان تھا لیکن آسٹریلیا میں بہت مدت تک گورنمنٹ سروس کرتے رہے۔ بہت غیر متعصب اور انصاف پسند انسان تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ بعد میں نیوزی لینڈ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے وصال سے قبل لاہور میں قیام فرما تھے پروفیسر صاحب بھی لاہور آئے ہوئے تھے۔ حضرت مفتی صاحب جن کو دعوۃ الی اللہ کی ایک قسم کی لو اور دھت لگی ہوئی تھی انہوں نے موقع غنیمت جانا اور ان کو مل کر دعوت الی اللہ کی۔ اس نے حضور سے ملنے کا شوق ظاہر کیا مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب تو انگریزوں کو ہی شکار کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی اجازت دے دی کہ وہ آکر ملاقات کرے۔ چنانچہ وہ اور ان کی بیوی دو دفعہ حضور کی ملاقات کے لئے احمدیہ بلڈنگ آئے اور بہت سے دلچسپ علمی سوالات کئے جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسری ملاقات میں ان کا چھوٹا لڑکا بھی ساتھ تھا۔ پروفیسر صاحب حضور کی ملاقات سے بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کا مذہب سائنس کے مطابق ہے۔ جس پر حضور نے فرمایا کہ اسی لئے تو خدا نے ہمیں بھیجا تا ہم دنیا پر ظاہر کریں کہ مذہب کی کوئی بات سچی اور ثابت شدہ سائنس کے خلاف نہیں۔

حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

''پروفیسر بعد میں احمدی (......) ہو گیا تھا اور مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہا اور اس کے خطوط میرے پاس آتے رہے۔'' (ذکر حبیب صفحہ 422)

جس طرح آج کل عیسائیوں کو بہت بے چینی ہے کہ بائبل تو آدم سے انسانیت کا آغاز بتاتی ہے جس کو صرف چھ ہزار سال کا ہی عرصہ گزرا ہے جبکہ سائنسی شواہد اس کے خلاف ہیں کیونکہ انسان اس عرصہ سے بہت پہلے کا زمین پر آباد ہے تو پھر کس بات کو سچا سمجھا جائے؟ معلوم ہوتا ہے یہی سوال پروفیسر ریگ کو بھی پریشان کرتا ہوگا کیونکہ وہ تو آسٹریلیا میں رہائش پذیر تھا اور جانتا تھا کہ وہاں کے قدیم باشندے ہمارے آدم سے بہت پہلے کے وہاں رہ رہے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر صاحب نے 18 مئی 1908ء کو جو حضرت مسیح موعودؑ سے سوالات پوچھے ان میں امریکہ اور آسٹریلیا کے اصل باشندوں کی بابت بھی پوچھا کہ ''کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ اس آدم کی اولاد میں سے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

''ہم اس بات کے قائل نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں ہم توریت کی پیروی کرتے ہیں کہ چھ سات ہزار سال سے ہی

جب سے یہ آدم پیدا ہوا تھا اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور خدا گویا معطل تھا اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل انسانی جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسل انسانی کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن شریف کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔ خدا نے یہ فرمایا کہ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ

(البقرۃ:31)

خلیفہ کہتے ہیں جانشین کو۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی۔ پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے ہیں"۔

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 432)

1989ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع آسٹریلیا کے دورہ پر تشریف لائے تھے تو آسٹریلیا کے قدیمی باشندوں کے لیڈر برنم برنم بھی ایک گروپ کے ساتھ حضور کو ملنے آئے تھے۔ وہ ایبروجنیز کی اس نسل کے نمائندہ تھے جنہیں مسروقہ نسل (Stolen Generation) کہا جاتا ہے۔

وہ ان ہزاروں بچوں میں سے ایک تھے جن کو حکومت نے ان کے والدین سے زبردستی چھین کر مختلف اداروں اور چرچوں کی کفالت میں دے دیا تھا۔ ان کا ماضی ان سے چھین لیا گیا تھا۔

انہیں عیسائی مذہب اور کلچر سکھایا گیا تھا۔ ان کے والدین اور قبیلوں سے ان کا تعلق منقطع کر دیا گیا اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے گئے۔ برنم برنم 1936ء میں پیدا ہوئے تھے ابھی پانچ ماہ کے تھے کہ گوروں نے زبردستی ان کی والدہ کی گود سے انہیں چھین لیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وہاں انسان نہیں بلکہ حیوان سمجھا جاتا تھا۔ رات کے وقت ان کے سامنے بے حیائی کے کام کئے جاتے تھے۔ ان بچوں سے ان کی طاقت سے بڑھ کر سخت کام لئے جاتے بھوکا رکھا جاتا علاج کی سہولت سے بھی محروم رکھا جاتا۔ چنانچہ بہت تھے جو وقت سے پہلے مرجاتے۔

(سڈنی مارننگ ہیرلڈ 24 مئی 1997ء)

برنم برنم 1997ء میں وفات پاگئے۔

گوروں کی آمد سے کم از کم چالیس ہزار سال پہلے سے ایبروجنیز آسٹریلیا میں رہتے تھے ان کے مذہب کی بنیاد خوابوں پر ہے جن کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچی مبشر رویا نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے ملنے والی ہدایت کا آغاز خوابوں کے ذریعہ ہوتا ہے جو ترقی کرتے کرتے شریعت اور ماموریت کے الہام تک پہنچتا ہے۔ ایبروجنیز مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ چھ سو سے زائد زبانیں بولی جاتی تھیں۔ نہ ان کا آپس میں کوئی رابطہ تھا نہ کوئی مشترک زبان تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے باوجود وہ بھی یہ مانتے تھے کہ کائنات کی ایک طاقت ہے جو رؤیا کے ذریعہ ہم سے رابطہ رکھتی ہے۔ ان کی خوابوں کا ایک نظام ہے خوابوں کی تاویل کرنے والے ان میں بزرگ موجود ہیں اور یہ کہتے ہیں خوابوں میں جو پیغام ملتے ہیں وہ مستقبل میں اسی طرح پورے ہوتے ہیں یہ گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا نے کسی بھی قوم اور نسل کو بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑا (تفصیل کے لئے دیکھیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور روزنامہ الفضل 30 جون 2003ء) ان کو یقین تھا کہ اس کائنات

میں ایک برتر ہستی ہے جو ہر چیز سے پہلے موجود تھی جس نے دنیا کو پیدا کیا اور پھر آسمانوں پر چلی گئی (جس طرح قرآن کہتا ہے کہ خدا نے مخلوقات کو پیدا کیا اور عرش پر قرار فرما ہو گیا یعنی مخلوق سے منزہ جو تنزیہی صفات ہیں ان کے پردہ میں مستور ہو کر اور تشبیہی صفات کو ظاہر کر کے تدبیر امور کائنات فرمانے لگا)۔

یورپین اقوام نے ان سے ملک چھینا۔ جہاں تک ہو سکا ان کو ختم کیا۔ وہ اپنے اپنے قبیلے کے رسم و رواج کے پابند تھے۔ جنگلوں میں جو کچھ ملتا اسے کھا کر اپنی بھوک مٹاتے۔ بیاہ، شادی اور اموات کی رسومات بھی ان میں تھیں۔ باوجود نیم برہنہ رہنے کے ان میں عفت کا ایک معیار تھا۔ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو چھوتے تو ان کو سزا دی جاتی۔ یہ لوگ نہ تو شراب سے آشنا تھے نہ نشوں کے عادی تھے نہ کوئی جوئے کی لت انہیں تھی۔ اور اب ان کا مذہب عیسائیت تھا۔ چرچ سختی سے نگرانی کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان میں نفوذ کرنے نہ پائے۔ منشیات کے عادی ہو چکے ہیں کچھ نہ ملے تو پٹرول کو ہی سونگھ کر نشہ کی عادت پوری کرتے ہیں۔ جو وظیفہ حکومت سے ملتا ہے اور ان کو دوسروں کے مقابلہ میں بہت فراخ دلی سے ملتا ہے وہ اکثر جوئے اور نشہ کی نذر ہو جاتا ہے اور جب خرچ پورے نہیں ہوتے تو چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ حکومت چونکہ ان کو اتنا دیتی ہے کہ بغیر کوئی کام کئے زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس لئے اکثر بیکار رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اخلاقی اور سماجی برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان میں وہ سب برائیاں رچ بس گئی ہیں جن میں گورے خود بھی مبتلا ہیں۔ بغیر شادی کے اکٹھے رہنا بھی عام ہے۔ اسی حالت میں بچے بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا اکثر کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ان میں سمجھدار لوگ بھی ہیں۔ بعض تو خاصے پڑھے لکھے اور ذہین بھی ہیں۔ وہ ان برائیوں سے تنگ آ چکے ہیں لیکن کچھ نہیں کر سکتے بلکہ شخصی آزادی کے نام پر کھلی چھٹی دینے پر مجبور ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ان طور طریقوں سے تنگ آنے کے باوجود کچھ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دوسروں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں۔ نشہ آور اشیاء کھا کر بیکار پڑے رہتے ہیں۔ یا ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔

مجھے ایک احمدی دوست نے بتایا کہ ایک ایبروجینی مسلمان ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اس کے دوستوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں مسلمان ہو کر کیا ملا؟ کہنے لگا میں اب صاف ستھرا رہتا ہوں کیونکہ نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ باقاعدہ شادی کر کے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ نہ میں شراب پیتا ہوں نہ کوئی اور نشہ کرتا ہوں۔ جوا بھی نہیں کھیلتا ہوں۔ کام کر کے کھاتا ہوں میرے پاس پیسے بچتے ہیں اس لئے میں نے اپنا مکان بھی قسطوں پر خرید لیا ہے۔ جبکہ تم سب اپنے پیسے ادھر ادھر ضائع کر دیتے ہو۔ اور کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہو۔ اب بتاؤ کہ میں اچھا ہوں کہ تم؟

جو کچھ اس نے کہا اگر وہ سچ ہے تو اس نے مسلمان ہونے کا دنیا ہی میں فائدہ اٹھا لیا اور آخرت کا فائدہ الگ ہے یہی ایبروجینز کے لئے پیغام ہے۔ اگر سوچیں اور اسلام کے قلعہ کے اندر آ جائیں تو سب دکھوں اور پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔ (الفضل انٹرنیشنل 07 تا 13 اپریل 2006ء)

کیا دنیا واقعی گول ہے؟

(مرسلہ: مکرم صادق احمد صاحب۔ مردان)

ہم اس دھرتی کا گز بنے اور بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا آئے لیکن ہمیں تو ہر چیز چپٹی ہی نظر آئی۔ دنیا سے زیادہ تو ہم خود گول ہیں کہ پیکنگ سے لڑھکے تو پیرس پہنچ گئے اور کوپن ہیگن سے پھسلے تو کولمبو میں آ کر رُکے۔ بلکہ جکارتا پہنچ کر دم لیا۔ دنیا کے گول ہونے پر اصرار کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یقین نہ ہو تو مشرق کی طرف جاؤ۔ چکر کاٹ کر مغرب کی طرف سے پھر اپنے تھان پر آ کھڑے ہوگے۔ اس میں ہمیں ہمیشہ ایک بدیہی خطرہ نظر آیا کہ کہیں گولائی کی دوسری طرف رینگتے ہوئے نیچے نہ گر پڑیں۔ کیونکہ ہم کوئی چھپکلی تھوڑا ہی ہیں۔ اس لڑکے کا قصہ آپ نے سنا ہوگا کہ آدھ سیر تیل لینے کے لئے کٹورا لے کر گیا تھا۔ کٹورا چھوٹا تھا بھر گیا تو دوکاندار نے کہا: ''باقی کس چیز میں ڈالوں؟'' برخوردار نے کٹورا اوندھا کر کے کہا ادھر پیندے کے حلقے میں ڈال دو۔ پیندا اوپر کئے ہوئے گھر گیا تو ماں نے کہا ''بیٹے میں نے آدھ سیر تیل کو کہا تھا۔ بس اتنا سا؟ بس یہی؟ اس دانشمند نے اُسے بھی الٹا کر کے کہا ''نہیں ادھر بھی تو ہے''۔ ہم سوچتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ نہ مشرق ہاتھ میں رہے، نہ مغرب۔ کیا عجب سندباد کی طرح کسی نادیدہ جزیرے میں جانکلیں، جہاں کسی پیر تسمہ پا سے مڈبھیڑ کا بھی اتنا ہی خطرہ ہے جتنا کسی شہزادیٔ مہر افروز کے ہم پر ہزار جان سے عاشق ہونے کا۔ بلکہ پہلا امکان کچھ زیادہ ہی ہے۔ تاہم اے دوستو! اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو ہم دنیا کے گول ہونے کا ثبوت لینے کو چل دیئے گھر سے نکل پڑے جیسے حاتم طائی منیر شامی کی محبوب کی فرمائش پر انڈے کے برابر موتی اور کوہ ندا کی تلاش میں نکل گیا تھا۔ کل صبح ہم کراچی میں تھے، دوپہر ڈھاکے میں۔ رات ہماری بنکاک میں گزری اور دم تحریر سنگاپور میں ہیں۔ ان سطور کے زیر طبع سے آراستہ ہونے تک جانیے۔

کونسی وادی میں ہو، کونسی منزل میں ہو
عشق بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں

رشک آتا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ کبھی قید مقام سے نہیں گزرتے۔ گوجرانوالہ تک گئے بھی تو دوسرے روز گھر لوٹ آئے۔ ہم سے پوچھیئے تو جو مزا اور تھرل (Thrill) ململ کا کرتا پہن، قوام والا پان کلے میں دبا، ٹانگ پر ٹانگ دھرے گھر میں داستان امیر حمزہ پڑھنے اور لمبی تان کر سونے میں ہے وہ جگہ جگہ مارے مارے پھرنے میں کہاں۔ قیام کی راحتیں اور برکتیں کہاں تک بیان کی جائیں۔ نہ پاسپورٹ کی فکر نہ ویزا کے لئے بھاگ دوڑ۔ نہ فارن ایکس چینج کا ٹنٹا نہ ہوائی کمپنیوں کے دفتروں کے پھیرے کہ بھائی ایک سواری ہم بھی ہیں۔ بٹھالو۔ ہمیں کہیں چندے قیام کا تجربہ ہو تو ایسا

زبردست قیام نامہ لکھیں کہ لوگ حریفوں کے سفرناموں کو بھول جائیں۔اے ناظرین۔کبھی سفر کا ارادہ نہ کرنا۔ اجنبی دیسوں میں طرح طرح کے خطرات ہوتے ہیں۔ ٹیکسی والے ہیں۔ ہوٹل والے ہیں۔ چور اُچکے ہیں۔ سامان لوٹنے والے۔صبر و قرار لوٹنے والے۔وغیرہ۔

قلی وغیرہ،قسم کی چیز بھی باہر کے ملکوں میں کم ہی ملتی ہے۔انسان کو اپنے سوٹ کیس اور بقچیوں کے علاوہ اپنے ناز بھی بالعموم خود ہی اٹھانے پڑتے ہیں۔ پھر ہمیں اپنے اسلام کی سلامتی کی بھی فکر ہوتی ہے۔اوروں کو ہم نہیں کہتے۔ ہمارا اسلام کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ زمینداروں کی حمایت، زرداروں کی کاسہ لیسی۔ گھی میں موبل آئل اور ہلدی میں اینٹیں ملانے۔ جھوٹ بولنے۔کم تولنے وغیرہ سے اُسے کوئی گزند نہیں پہنچتا۔ہاں مشین کا کٹا ہوا گوشت اس کے لئے سخت مضر ہے۔خود ہمارے شہر میں ہزاروں لوگ ایسے ہوں گے کہ شام کو شراب پینے بیٹھتے ہیں تو اس کے ساتھ فقط ذبیحہ کھاتے ہیں۔رشوت کا پیسہ بھی بغیر بسم اللہ کئے اپنی جیب میں نہیں رکھتے۔اور جوئے کا داؤ بھی دعائے قنوت پڑھے بغیر نہیں لگاتے بے شک ایمان کسے عزیز نہیں ہوتا۔اپنی سی احتیاط تو کرنی ہی چاہیے۔

اور کراچی یونیورسٹی والو۔نہ دو ہمیں ڈاکٹر کی ڈگری۔ ہم ڈاکٹر ہو ہی گئے۔ یہاں کے لوگوں کا ہمیں ڈاکٹر انشاء، ڈاکٹر انشاء کہتے ہوئے منہ سوکھتا ہے۔ہم بھی اپنے دستخط کرتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھنا نہیں بھولتے۔اجمال اس تفصیل کا یہ ہے کہ ہم جس قافلۂ سخت جان میں سفر کر رہے ہیں۔ اس میں کچھ ترک ہیں، کچھ ایرانی۔قریب قریب سبھی ڈاکٹر۔پاکستانیوں میں فضل الباری صاحب مشرقی پاکستان کے وزیر صحت ہیں۔ یعنی ڈاکٹروں کے بھی ڈاکٹر۔مسئلہ فقط بیگم وجیہہ ہاشمی کا تھا کہ اپوا کی انٹرنیشنل سیکرٹری ہیں اور اسلام آباد کی رہنے والی ہیں، یا پھر ہمارا لوگوں سے تعارف میں بڑی دقت ہوتی تھی۔آخر ایک مختصر سی اور سنجیدہ سے کنووکیشن میں ہم نے انہیں اعزازی ڈاکٹر کی ڈگری پیش کی اور انہوں نے ہمیں ڈاکٹریٹ کے خریطے سے نوازا۔انہیں اتنی دواؤں کے نام یاد ہیں اور ان کے نسخے کہ ڈاکٹر بھی ان کے تلمذ میں فخر محسوس کریں۔لہذا ان کی ڈاکٹری بے غل و غش چل جاتی ہے۔ہم میڈیکل ڈاکٹروں کے سامنے علم و ادب کے ڈاکٹر بنتے ہیں اور کوئی ادب وفلسفہ کا سوال کر بیٹھے تو میڈیکل ڈاکٹر ہونے کا عذر کرتے ہیں۔ایک بزرگ نے دونوں طرح کے سوالات شروع کر دیئے تو ہمیں ہومیوپیتھی میں امان ملی اور ہمیں اس کے فضائل پر تقریر کرنی پڑی۔ ایک بار تو دانتوں کا ڈاکٹر بھی بننا پڑا۔اور ڈاکٹر طیب محمود کی بتائی ہوئی اصطلاحیں کام آ گئیں۔ بہر حال ہم پہلے سے بتائے دیتے ہیں کہ ہم اور ڈاکٹر وجیہہ ہاشمی پاکستان لوٹیں تو ہمیں باقاعدہ ڈاکٹر کہہ کر بلایا جائے۔ جب دوسرے ملکوں کے لوگوں نے قبول کر لیا ہے تو ہمارے پیارے ہم وطنوں کو اس پر ہرگز اعتراض نہ ہونا چاہیے۔

(چلتے ہو تو چین کو چلئے از ابن انشاء)

۞۞۞۞۞۞۞۞

زیورات کی عمدہ ورائٹی کے ساتھ

ریلوے روڈنزدیوٹیلیٹی اسٹور ربوہ

فون

دُکان: 047-6214214,6216216

گھر: 047-6211971

موبائل: 0333-6711430,0301,7960051

WORKING TO IMPROVE YOUR SMILE

DR. NOMAAN NASIR & ASSOCIATES

DENTAL SPECIALISTS

Experts at: DENTAL IMPLANTS, FIXED BRACES, TOOTH WHITENING, COSMETIC DENTISTRY, CROWNS, BRIDGE etc.

ISLAMABAD CLINIC

MEZ # 3
SAFDAR MENSION
BLUE AREA
PH # 2201681

RAWALPINDI CLINIC

28-E SATELLITE TOWN
RAWALPINDI
PH# 4413449

خالص سونے کے زیورات کا مرکز

الفضل جیولرز

جدید فینسی، مدراسی، اٹالین سنگاپوری ورائٹی دستیاب ہے
زیورات انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کے مطابق بغیر ٹانکے کے تیار کئے جاتے ہیں

پروپرائٹر: غلام مرتضیٰ محمود

چوک یادگار ربوہ فون رہائش: 047-6211649 دکان: 047-6213649

ترقی کی جانب ایک اور قدم　　نام ھی گارنٹی ھے

KASHIF JEWLERS

جدیدفینسی، مدراسی، اٹالین سنگاپوری ورائٹی دستیاب ھے
زیورات انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کے مطابق بغیر ٹانکے کے
تیار کئے جاتے ھیں

گول بازار ربوہ فون رہائش: 047-6211649 دکان: 047-6215747

اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال لیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"ایسے وقت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی مچا ہوا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہوں گے اور بھیج رہے ہیں۔ ہمارا بھی کام ہے، جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق اور امام الزمان کے سلسلے اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہوا ہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال لیں اور فضا میں اتنا درود صدقِ دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ؍فروری 2006ء)

Monthly KHALID C. Nagar
Editor: Mansoor Ahmad Nooruddin
Digitized By Khilafat Library Rabwah
June 2006
Regd. CPL # 75/FD

مقابلہ بین الاضلاع برائے سال 05-2004ء میں اوّل آنے والے ضلع لاہور کے قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی سے ٹرافی لیتے ہوئے
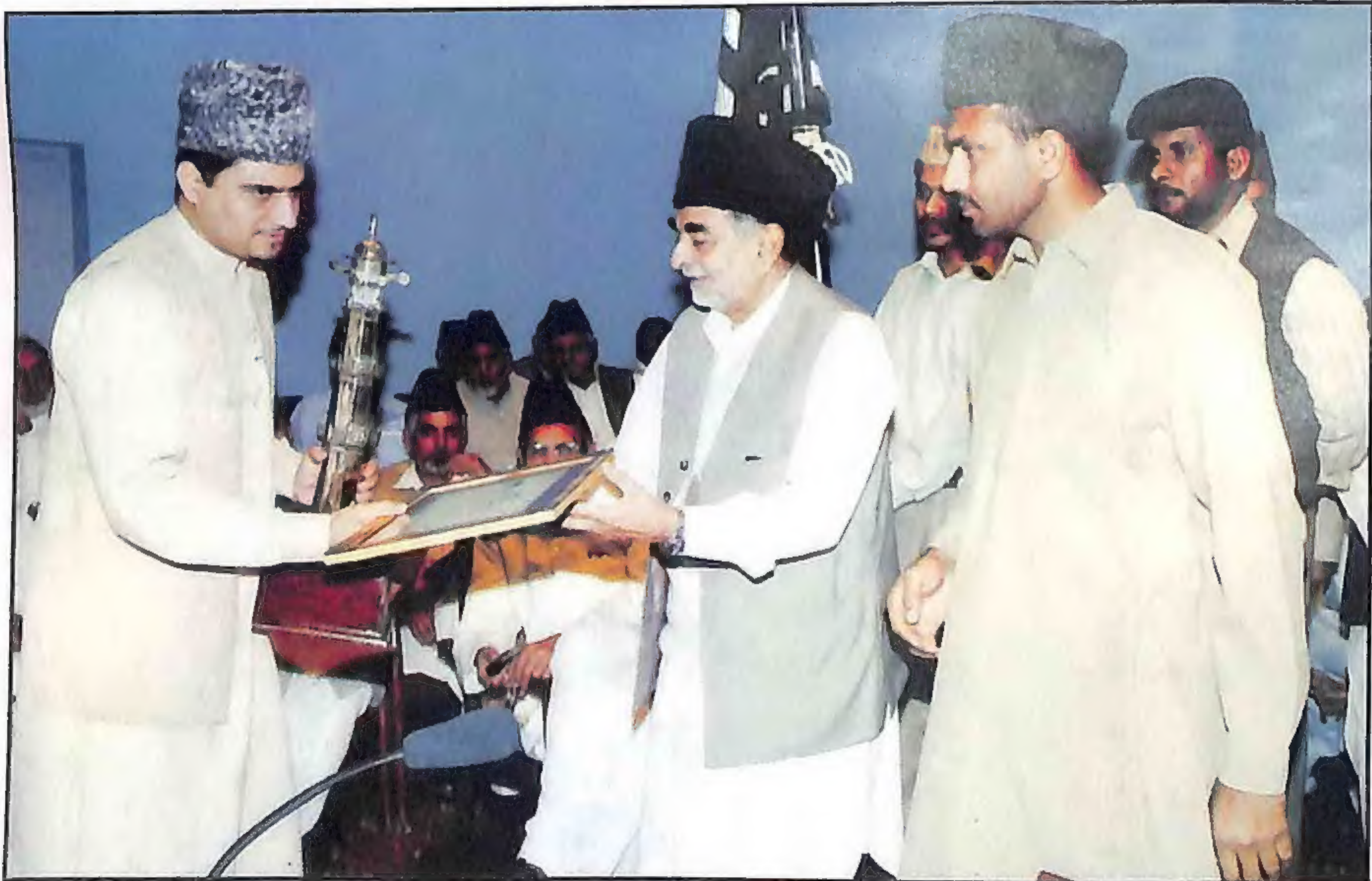
مقابلہ بین العلاقہ برائے سال 05-2004ء میں اوّل آنے والے علاقہ لاہور کے قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی سے ٹرافی لیتے ہوئے